تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار — لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ — لاہور

نِدائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم — ۱۵ تا ۲۱/ اکتوبر ۱۹۹۸ء — مدیر : حافظ عاکف سعید

ایک اسلامی انقلابی جماعت کی خصوصیات

"یہ جماعت تنہا زبان و قلم سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے خدا کی توحید کی شہادت دے۔ یہ دنیا کو اللہ کے رنگ میں رنگنے کے لئے اٹھے اور خود اس رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ قوم و وطن کی ساری عصبیتیں اور نسل و خاندان کی ساری بندشیں اس نے توڑ ڈالی ہوں۔ کسی خاص قوم کی سیاسی برتری' عددی اکثریت اور معاشی نوعیت کی ادنٰی خواہش بھی اس کے دل کے کسی گوشہ میں چھپی ہوئی نہ ہو۔ اس کی ساری جد وجہد کا مقصود صرف اللہ کا کلمہ اور اس کے رسولوں ﷺ کی دعوت کو بلند کرنا ہو۔ اس کی دشمنی دنیا کے ایک ہی باطل سے نہ ہو بلکہ دنیا کے ہر باطل اور زمین کے ہر فساد سے ہو۔ اس کی ضرب بیک وقت ہر جاہلی اور طاغوتی نظام پر پڑے۔ یہاں تک کہ وہ طاغوت بھی اس سے کسی چشم پوشی اور رعایت کا امیدوار نہ ہو جو اس قوم کے اندر ہو' جس کے اندر سے وہ خود اٹھی ہو۔ وہ باطل کو ایک ایک کرکے الگ کر دے اور حق کا ایک ایک کرکے انتخاب کرلے اور حق کے لئے اپنی دوستی اور باطل کے لئے اپنی دشمنی کا اعلان کر دے۔ اس راہ میں اپنی ساری تمناؤں' ساری دوستیوں اور تمام رشتے ناطوں کو قطع کرلے اور جو کچھ اس کے صلہ میں اللہ کے پاس ہے اس پر قانع ہو جائے۔ اس کی دعوت ساری خدائی کے لئے یکساں اور عام ہو۔ اس کی جھولی کی روٹی اور چھاگل کے پانی میں ہر بھوکے اور پیاسے کے لئے آسودگی اور سیرابی ہو' اس کا چراغ' پہاڑی کے چراغ کی طرح چمکے اور ہر گم گشتہ راہ کی راہنمائی کے لئے اشارہ کرے۔ اس کی ضیا پاشیاں خدا کے سورج کی طرح عام اور ہمہ گیر ہوں۔ اس کا ابر کرم آسمان کی بارش کی طرح ہر دشت و جبل کو سیراب کرے۔ اس کی گفتگو ہر بولی میں ہو اور اس کی مخاطب تمام نسل انسانی ہو۔ وہ چیخ چیخ کر پکارے اور لپٹ لپٹ کر سمجھائے اور نوع انسانی کی روحانی بیماریاں اسے اس درجہ بے قرار کر دیں کہ وہ خلوت کے سجدوں میں اس کی نجات کے لئے پھوٹ پھوٹ کر روئے' اس کی راتیں بستر کی لذتوں سے محروم ہو جائیں اور اس کے دن فراغت کی گھڑیوں سے بے نصیب ہو جائیں۔ وہ مخلوق خدا کی گردن میں اتنے بے شمار ارباب کی غلامی کا بوجھل طوق دیکھ دیکھ کر دکھ اور درد سے بھر جائے اور ہر سننے والے کان اور ہر دیکھنے والی آنکھ تک اللہ کی وہ دعوت قولاً و عملاً پہنچا دے جو ان تمام مسائل کا واحد علاج ہے"۔

(روداد تنظیم اسلامی حصہ اول سے اقتباس)

قیمت : 3 روپے — شمارہ : 40

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

ادار یہ

حافظ عاکف سعید

دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک!

دستورِ پاکستان میں پندرھویں ترمیم پر مشتمل شریعت بل قومی اسمبلی مین طویل بحث و تمحیص کے بعد بالآخر ۹/ اکتوبر کو بھاری اکثریت کے ساتھ منظور کرلیا گیا۔ بل کو فائنل شکل میں منظوری کے لئے پیش کرنے سے قبل ناقدین اور ناصحین کے مشوروں کی روشنی میں اس میں مناسب ترمیم کرلی گئی تھی اور دستور کی دفعہ ۲۳۹ کے حوالے سے مجوزہ ترمیم کو بل سے خارج کر کے ان اعتراضات اور شکوک کا بہت حد تک ازالہ کر دیا گیا تھا جن کا اظہار اس سے قبل مختلف طبقات کی جانب سے کیا جا رہا تھا۔ میاں نواز شریف صاحب نے اس ضمن میں جس لچک، حقیقت پسندی اور وسیع الظرفی کا مظاہرہ کیا وہ نہایت قابل ستائش ہے —— یوں وزیر اعظم پاکستان اور ارکان قومی اسمبلی نے تو اس بل کو منظور کر کے بہت حد تک اپنی سرخروئی کا سامان کرلیا ہے لیکن اس بل کی سینٹ سے منظوری کا مرحلہ ابھی باقی ہے۔

بہت حد تک سرخروئی سے ہماری مراد یہ ہے کہ میاں نواز شریف اور مذکورہ اراکین اسمبلی دنیوی حد تک اور دینی طبقات کی نگاہ میں تو یقیناً پورے طور پر سرخرو ہو چکے ہیں کہ دستورِ پاکستان میں قرآن و سنت کو سپریم لاء قرار دینے کے ضمن میں انہوں نے اپنے حصے کا کردار ادا کر دیا ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء —— لیکن اللہ کی نگاہ میں اور آخرت کے اعتبار سے سرخروئی، ہمارے ناقص خیال کی حد تک، ابھی جزوی اور نامکمل ہے —— اس سرخروئی کی تکمیل اس وقت ہو گی جب یہ حضرات اپنی ذاتی زندگیوں، اپنی معاشرت اور اپنی معاش کو بھی حرام سے پاک کرنے اور آئین و شریعت کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں گے —— یہاں اس وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کہ حیثیت اور مقام کے اعتبار سے جو شخص جتنا بڑا ہے اسی قدر بڑی ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی اور معاش میں شریعت پر عملاً کاربند ہو کر دوسروں کے لئے عملی نمونہ پیش کرے، ورنہ اندیشہ ہے کہ قانون و شریعت کے نفاذ کا معاملہ بھی "بازیچۂ اطفال" بن کر رہ جائے گا۔

شریعت بل کی سینٹ میں منظوری کا معاملہ اس اعتبار سے نہایت اہم ہے کہ قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کا معاملہ اب پورے طور پر اس پر موقوف ہے۔ سیاسی و آئینی اعتبار سے یہ آخری رکاوٹ ہے کہ جسے اگر کامیابی کے ساتھ عبور کر لیا گیا تو مملکت خداداد پاکستان میں "تکمیل دستورِ خلافت" کا خواب بہت حد تک شرمندہ تعبیر ہو جائے گا اور ہم بحیثیت قوم، قیام پاکستان کے ۵۲ برس بعد ہی سہی، بالآخر اللہ کی نگاہ میں سرخرو ہو سکیں گے کہ اے اللہ تیرے عطا کردہ خطے میں اب دستوری سطح پر تیری حاکمیت کو تسلیم کیا جاتا اور قرآن و سنت کو بالاتر قانون تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہاتھی نکل چکا ہے لیکن دم ابھی اٹکی ہوئی ہے۔ سینٹ میں حکومتی جماعت کو چونکہ سادہ اکثریت بھی حاصل نہیں ہے اور حزب مخالفت کی اہم جماعتیں اس بل کی خم ٹھونک کر مخالفت کا عندہ دے چکی ہیں، لہٰذا بادی النظر میں وہاں اس بل کا پاس ہونا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ تاہم حزب مخالف میں شامل دینی جماعتوں کی جانب سے حسب توقع اس بل کی حمایت کا اعلان امید کے ٹمٹماتے چراغ کو روشن رکھنے کا باعث ہے۔ اس ضمن میں جہاں سب سے بڑھ کر ذمہ داری سینٹ کے ارکان پر عائد ہوتی ہے کہ وہ جماعتی تعصبات اور سیاسی اغراض و مصالح کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بحیثیت مسلمان اپنی ذمہ داری کا احساس کرے اور نفاذ شریعت کی راہ میں رکاوٹ بن کر اللہ کے غضب کو دعوت دینے سے احتراز کریں، وہاں اُن مذہبی شخصیات اور دینی جماعتوں پر بھی جو شریعت کے نفاذ اور قرآن و سنت کی بالادستی کی علمبردار ہیں، یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ارکان سینٹ کو قائل کرنے اور ان کی مسلمانیت کے حوالے سے اس معاملے کی دینی و مذہبی اہمیت ان پر اجاگر کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ الحمد للہ کہ مختلف دینی طبقات نے اپنے اپنے انداز میں اس مہم کو سر کرنے کیلئے بیانات اور ملاقاتوں کے ذریعے اس کام کا آغاز کر دیا ہے۔ تنظیم اسلامی نے اس معاملے میں ابتدائی قدم کے طور پر ایک اخباری اشتہار کے ذریعے ارکان سینٹ کو اس جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے جسے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔

معزز ارکان سینٹ، اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نیشنل اسمبلی میں شریعت بل جس شکل میں منظور ہوا ہے اس میں قطعاً کوئی قباحت باقی نہیں رہی اور اس کی تائید ہر کلمہ گو کے دین و ایمان کا تقاضا ہے

—— بنا بریں ——

آپ سے درخواست ہے کہ تمام سیاسی اور جماعتی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر اسے سینٹ میں **بالاتفاق** منظور کرا کے نیشنل اسمبلی پر **فوقیت**

اور اللہ اور رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کریں۔ فقط والسلام مع الاکرام

ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

(**نوٹ**: راقم نہ کسی کا سیاسی حلیف ہے نہ حریف، بلکہ صرف اللہ کی کتاب مبین اور دین حق کا ادنیٰ خادم ہے۔ اور پاکستان کے بقاء و استحکام کا اس لئے طالب ہے کہ اس کے نزدیک حسب فرمودات نبویؐ مشیت ایزدی میں پاکستان کا اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ اور عالمی خلافت علیٰ منہاج النبوت کا نقطۂ آغاز بننا مقدر ہے)

ملکی تاریخ میں پہلی بار کسی سیاسی قیادت نے فوجی قیادت کی بات کو ٹھکرانے کی جرأت کی

حکمرانوں کے درست اقدامات کی تائید و تحسین اور غلط کاموں پر تنقید ایک ہی فریضہ کے دو پہلو ہیں

تنظیم اسلامی ۱۵ویں ترمیم کی منظوری پر حکومت کو خوش آمدید ہی نہیں کہتی' تہنیت اور مبارک باد بھی پیش کرتی ہے

میاں نواز شریف نے پندرھویں ترمیم پر جس لچک کا مظاہرہ کیا ہے وہ لائق تحسین ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے ۹/ اکتوبر ۹۸ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : نعیم اختر عدنان)

حمد و ثنا' تلاوت آیات اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا :

رفقاء و احباب جانتے ہیں کہ رائج الوقت سیاست کے بارے میں کہ جو دراصل انتخابی سیاست ہے' ذاتی طور پر میرا اور اجتماعی طور پر تنظیم اسلامی و تحریک خلافت کا دو ٹوک مؤقف اور طرزِ عمل یہ ہے کہ ہم اس سے اعلان برأت کرتے ہیں۔ اس سیاست کا حاصل یہ ہے کہ اپوزیشن کو تو ہر حال میں حکومت کی مخالفت ہی کرنا ہوتی ہے۔ اس کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح حکومت کی ٹانگ گھسیٹی جائے؟ انتخابات میں حصہ لینے کے راستے کو ہم نے اپنی تنظیم اور رفقاء کے لئے شجر ممنوعہ قرار دے رکھا ہے۔ ہمارا مستقل کام دعوت دین و اقامت دین کی جدوجہد ہے۔ دین کی دعوت کو ممکن حد تک تمام وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے عام کرنا اور پھیلانا' اسی طرح اقامت دین یعنی دین کو عملاً قائم کرنے کی جدوجہد کرنا ہمارے پیش نظر ہے اور ہم بحمداللہ اسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارا ایک ضمنی کام بھی ہے اور وہ ہے حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنا اور مشورے دینا۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر تنظیم اسلامی اور تبلیغی جماعت میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا! اس لئے کہ تنظیم اسلامی کا ہدف اقامت دین یعنی نظام خلافت کا قیام ہے جبکہ تبلیغی جماعت کا ہدف صرف اور صرف تبلیغ ہے۔ تبلیغی جماعت سے ہمارے امتیاز اور انفرادیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم قوم و ملک کو پیش آمدہ حالات و واقعات سے یکسر لاتعلق نہیں رہ سکتے۔ اقبال کے اس شعر کے مصداق کہ ؎

کونسی وادی میں ہے' کونسی منزل میں ہے
عشق بلاخیز کا قافلۂ سخت جان

قافلہ ملی کن حالات سے دوچار ہے اور دین دشمن طاقتوں کے عزائم اور ہتھکنڈے کیا ہیں' ان تمام مسائل کا مطالعہ اور غور و فکر کرنا اور پھر ان حالات کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرنا' مشورہ دینا' خصوصاً جن لوگوں کے ہاتھ میں ملک کی زمام کار ہے' ان کی خیر خواہی کا حق ادا کرنا ہمارے نزدیک ایک دینی فریضہ ہے۔

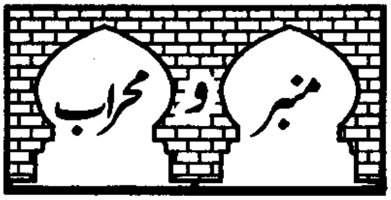

حکمرانوں کے درست اقدامات کی تائید و تحسین کرنا اور غلط کاموں پر تنقید کرنا دراصل ایک ہی فریضے کے دو پہلو ہیں۔ سورۃ العصر میں حق کی وصیت کرنے کو اہل ایمان کی ایک اہم صفت اور نجات کی لازمی شرط قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی ذمہ داری کے لئے ایک حدیث نبویؐ میں "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ اسی طرح ایک متفق علیہ حدیث کے مطابق حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ "بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَنُصِحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ"۔ "نصح" کا لفظ خالص ہو جانے اور کسی کی بھلائی چاہنے کے لئے آتا ہے۔ اسی نصح و خیر خواہی کے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" والی حدیث میں مختلف مدارج کا بیان ہے۔ اللہ کے ساتھ اخلاص و وفاداری کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کی رضا کے لئے اپنا تن من دھن لگا دے۔ کتاب الٰہی سے وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ اسے اپنا امام و رہنما بنا لیا جائے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلوص اور اخلاص کا اولین تقاضا تمام انسانوں حتیٰ کہ خود اپنی جان سے بھی بڑھ کر انؐ سے محبت کرنا اور رسولؐ کے مشن کی تکمیل کے لئے اپنی بہتر و بیشتر صلاحتیں لگانا اور کھپانا۔ اس کے بعد درجہ ہے مسلمانوں کے اماموں اور حکمرانوں کی خیر خواہی کا۔ حکمرانوں کی چھوٹی سی بھلائی پورے ملک میں پھیل جاتی ہے اس طرح ان کی چھوٹی سی برائی بھی وسیع اثرات کی حامل ہوتی ہے لہٰذا انہیں عوام پر مقدم کیا گیا چونکہ : "وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ"۔ حکمرانوں کے ذریعے سے چونکہ عوام کو نفع بھی پہنچ سکتا ہے اور نقصان بھی لہٰذا اس طبقے کے لئے حق بات کہنا' انہیں بروقت اور صحیح مشورے دینا اور غلط اقدامات پر تنقید کرنا' یعنی احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ ادا کرنا ازحد ضروری اور لازم ہے۔ سورۂ مائدہ میں اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "اے مسلمانو! تم اللہ کے لئے پوری قوت کے ساتھ حق و انصاف کے گواہ بن کر کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف سے ہٹ جاؤ' ہر حال میں انصاف کرو' یہی تقویٰ سے قریب تر بات ہے"۔

چنانچہ درست روش یہ ہوگی کہ حکمرانوں کی طرف سے اگر اچھی بات سامنے آئے تو اس کی تائید اور اس حق کا اعتراف کیا جائے اور اگر کوئی غلط بات سامنے آئے تو اس کو غلط کہا جائے اور اس کا ابطال کیا جائے۔ مجھے اس قدر طویل تمہید اس لئے باندھنا پڑی کہ موجودہ حکومت کی طرف سے حال ہی میں دو نہایت ہی عمدہ کام سامنے آئے ہیں' جن کی تحسین نہ کرنا ناانصافی شمار ہوگا۔ پہلا معاملہ مسلح افواج کے سربراہ جنرل جہانگیر کرامت کی طرف سے "نیشنل سیکورٹی کونسل" کی تجویز کا ہے جو ایک دھماکے کے انداز میں سامنے آئی۔ اگرچہ یہ دھماکہ ان کے استعفیٰ کے ساتھ ہی ختم ہو چکا ہے لیکن ابتدا میں پورے ملک میں اس تجویز

سے ایک طوفان کھڑا ہو گیا تھا۔ سیکورٹی کونسل کی تجویز کے پس پردہ غیر ملکی ہاتھ کارفرما تھا۔ میں اس بارے میں حسن اتفاق سے چھ ماہ پہلے سے آگاہ تھا۔ لندن سے ایک رسالہ "امپیکٹ" شائع ہوتا ہے' اس نے اپنی اپریل ۹۸ء کی اشاعت میں ایک مضمون تحریر کیا تھا کہ جنرل جہانگیر کو خصوصی دعوت پر امریکہ بلایا گیا اور وہاں ان کو جو پروٹوکول دیا گیا وہ بہت غیر معمولی انداز کا حامل تھا۔ امپیکٹ کے مضمون نگار کے مطابق جہانگیر کرامت کو دیئے جانے والے پروٹوکول سے ایوب خان کے دورۂ امریکہ کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ چنانچہ ایوب خان نے دورۂ امریکہ سے واپس آ کر ۵۶ء کا دستور منسوخ کر کے مارشل لاء نافذ کر دیا۔

تجزیہ نگار نے لکھا تھا کہ پاکستان میں اگرچہ مارشل لاء تو نافذ نہیں ہو گا لیکن ترکی کی طرز کا نظام قائم ہو گا۔ اس پس منظر کو سامنے رکھیں تو معلوم ہو گا کہ نیشنل سیکورٹی کونسل کی تجویز ایسے ہی جہانگیر کرامت کی زبان پر نہیں آ گئی تھی بلکہ اس کا ایک گہرا پس منظر تھا۔ بہرحال جنرل جہانگیر کرامت کا استعفیٰ بھی میرے نزدیک معجزات میں سے ہے۔ جیسے پاکستان کا قیام معجزہ تب' اس کا برقرار رہ جانا بھی معجزہ ہے' قرارداد مقاصد کا منظور ہو جانا بھی ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ مشیت الٰہی میں پاکستان کو اسلام کے عالمی غلبہ کے حوالے سے جو کردار ادا کرنا ہے' یہ معجزات اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ اسی تناظر میں جنرل (ر) جہانگیر کرامت کا استعفیٰ بھی ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ درحقیقت پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ کسی سیاسی قیادت نے فوجی قیادت کی بات کو ٹھکرا کر ہمت و جرأت کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ ملک میں واحد مضبوط "سیاسی جماعت" تو درحقیقت فوج ہی ہے جسے اس ملک کی اصل حکمران قوت کی حیثیت حاصل رہی ہے' مگر میاں نواز شریف کے اس جرأت مندانہ اقدام سے یہ تصور پہلی بار بدلا ہے اور ملک میں جمہوری طرز فکر رکھنے والوں کو فتح حاصل ہوئی ہے۔ پاکستان میں جمہوریت کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے۔ میرے نزدیک پاکستان کا باپ اگر اسلام ہے تو جمہوریت کو اس کی ماں کی حیثیت حاصل ہے۔ لہٰذا محدود مذہبی تصور کے حوالے سے جمہوریت کو یکسر نظر انداز کرنا ایک غلط تصور ہے۔ اسلام کے احکامات کے اندر رہتے ہوئے اگر ہم نے اعلیٰ ترین جمہوری اقدار کو نہ سمویا تو عہد حاضر کی مثالی اسلامی ریاست کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

جدید ریاست میں انتظامیہ یعنی حکومت' مقننہ یعنی پارلیمنٹ اور عدلیہ پر مشتمل تین ریاستی ادارے بنیادی اہمیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں۔ جبکہ فوج ریاست کے تنخواہ دار ملازمین کی حیثیت سے ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ہنگامی حالات میں حکومت کی درخواست پر محدود وقت کے لئے تفویض کردہ کردار ادا کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ جبکہ مارشل لاء کا نفاذ دستور سے غداری ہے جس کی سزا دستور کے مطابق نہایت سخت ہے۔ اس حوالے سے جمہوریت کا استحکام ملک کے مستقبل کے لئے نہایت خوش آئند ہے۔ اگر سیکورٹی کونسل کے ادارہ کی نوعیت محض مشاورتی ہوتی تو اس میں حرج کی کوئی بات نہیں تھی' ایسی کونسل کے مشورے عوام کے سامنے اس غرض سے لائے جاتے کہ ملک کی رائے عامہ پوری طرح تمام معاملات سے آگاہ رہے۔ لیکن اگر سیکورٹی کونسل کو منتخب حکومت اور پارلیمنٹ و عدلیہ سے بھی بالاتر حیثیت حاصل ہو تو یہ جمہوری اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔ یہ تمام باتیں میں نے چند روز قبل جبکہ ابھی جنرل کرامت نے استعفاء نہیں دیا تھا' روزنامہ "خبریں" کو انٹرویو دیتے ہوئے کہی تھیں۔ لیکن جنرل (ر) جہانگیر کرامت کے استعفاء کے بعد حالات کی تبدیلی کی وجہ سے مذکورہ اخبار نے یہ انٹرویو شائع کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔ میں نے اپنے مذکورہ انٹرویو میں یہ بھی کہا تھا کہ ہم بحیثیت قوم خود کو ابھی تک جمہوریت کا اہل ثابت نہیں کر سکے۔ اگرچہ اس کا اہم سبب بھی پے در پے مارشل لاء کا نفاذ ہی ہے۔ اسی لئے ہم جمہوری شعور کے حوالے سے تاحال نابالغ قوم شمار ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا علاج ہرگز یہ نہیں ہے کہ پوری قوم کو سیاسی یتیم سمجھ کر اس کے سر پر فوجی آمریت مسلط کر دی جائے۔ اپنے انٹرویو میں میں نے یہ رائے بھی دی تھی کہ نواز شریف نے چودھویں ترمیم کے ذریعے جس طرح پارٹی کے ارکان اسمبلی کو بے بس کر دیا ہے' یہ پابندی بھی جمہوری روایات کے خلاف ہے البتہ ہارس ٹریڈنگ روکنے کی حد تک ایسا کوئی قانون موجود رہے تو اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔ ارکان اسمبلی کو نہ صرف اختلاف رائے کا حق ہونا چاہئے بلکہ ان کا مؤقف عوام کے سامنے بھی آنا چاہئے۔

دوسرا نہایت خوش آئند اقدام' ترمیم شدہ پندرھویں ترمیم کی قومی اسمبلی سے منظوری کا ہے۔ پاکستان کی دستوری تاریخ میں جس قدر کھل کر اس بل پر بحث و تمحیص ہوئی ہے' ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ نواز شریف نے باوجود طاقت و اختیار کے اس بل کو "بلڈوز" نہیں کیا۔ کئی مواقع پر میں نے یہ بات کہی ہے کہ اگرچہ نواز شریف کے مزاج میں آمریت کے جراثیم موجود ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے پندرھویں ترمیم کے حوالے سے جس لچک کا مظاہرہ کیا ہے وہ لائق تحسین ہے۔ آئین کی دفعہ ۲۳۹ میں تجویز کردہ پوری کی پوری ترمیم کو واپس لے لینا یقیناً بہت بڑی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ ہے۔ اپوزیشن کی طرف سے اب اس ترمیم شدہ پندرھویں ترمیمی بل کی مخالفت کو مخالفت برائے مخالفت کی پالیسی کا مظہر ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

پندرھویں ترمیم کے دوسرے حصے کے حوالے سے میں نے جو ترامیم تجویز کی تھیں' ان میں سے ایک کو اختیار کر لیا گیا ہے جبکہ دوسری کو قبول نہیں کیا گیا۔ میں نے مشورہ دیا تھا کہ دستور کے آرٹیکل ۲ ب میں مجوزہ ذیلی دفعہ (۳) اور (۵) کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ ذیلی دفعہ (۳) کو تو ختم کر دیا گیا ہے مگر (۵) کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اس حوالے سے یہ امکان موجود ہے کہ شاید اس سے حکومت کو عدالتوں کے کسی سابقہ یا آئندہ فیصلے کے خلاف کسی اقدام کا اختیار مل جائے' بس اسی قدر "ڈنک" اس پندرھویں ترمیم میں اب باقی رہ گیا ہے۔ تاہم قرآن و سنت کو ملک کے سپریم لاء کی حیثیت حاصل ہونے کے بعد ایسے معاملات کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا۔ گویا حکومت کی جانب سے "ڈائریکٹوز" جاری کرنے کے تصور کو تو ختم کر دیا گیا ہے' البتہ اب منظور شدہ بل کی رو سے مرکزی حکومت ایسے "اقدامات" کرے گی جس سے نیکی کو فروغ ملے اور بدی کا استیصال ہو سکے۔ چنانچہ اگر حکومت ان "اسلامی اقدامات" کی آڑ میں کوئی ایسا قدم اٹھاتی ہے جو قرآن و سنت سے متصادم ہو' تو اسے عدالت میں دستور کے آرٹیکل ۲ب(۱) کی بنیاد پر چیلنج کیا جا سکے گا۔

ہمارا ایک مطالبہ ابھی باقی ہے۔ وہ یہ کہ دستور کی دفعہ ۲۲۷ (اے) کو "۲ ب" کے ساتھ شامل کر دیا جائے یعنی "کوئی قانون سازی قرآن و سنت کے منافی نہیں ہو سکتی" اس لئے کہ قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اب قرآن و سنت کے منافی قانون سازی ہی نہیں کی جا سکتی لہٰذا دفعہ (۲ ب)(اے) اور ۲۲۷ میں اتنا فصل اور اتنی دوری احمقانہ بات ہے۔ چنانچہ اس کے بعد دستور کا موجودہ نواں باب پورے کا پورا یکسر ختم کر کے اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی تحلیل کر دیا جائے۔ اس لئے کہ وفاقی شرعی عدالت کے قیام کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں ہے' ویسے بھی یہ کونسل اپنا کام بڑی حد تک مکمل کر چکی ہے اور اس کی مقررہ مدت بھی کافی عرصہ پہلے ہی ختم ہو چکی ہے۔ اسی طرح ہماری تجویز یہ بھی تھی کہ وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلیٹ بنچ کے ججوں کی شرائط ملازمت کو اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کے مساوی کیا جائے' علماء ججوں کی تعداد کو بڑھایا جائے اور شرعی عدالت کے دائرہ اختیار پر عائد پابندیوں کو ختم کیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ ان تجاویز کو اب تک کیوں نظر انداز کیا جا رہا ہے؟ اس کے دو امکانات ہیں۔ اگر شرعی عدالت پر عائد پابندیاں ختم کر دی جائیں تو پھر عوام کے ہاتھ

(باقی صفحہ ۲ پر)

قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے پر نواز شریف مبارک باد کے مستحق ہیں

سینٹ کے جو ارکان اس بل کو رد کریں گے' وہ خود بھی ہمیشہ کے لئے رد کر دیئے جائیں گے

بجلی کے بلوں میں ۳۰ فیصد کمی نواز شریف کا بے نظیر کارنامہ ہے

مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ

ترمیم شدہ شریعت بل قومی اسمبلی میں سولہ (۱۶) ووٹوں کے مقابلے میں ایک سو اکاون (۱۵۱) ووٹوں سے منظور ہو گیا ہے یعنی مطلوبہ دو تہائی ووٹ سے بھی چند ووٹ زائد ملے۔ اب شریعت بل کے شریعت ایکٹ بن جانے کے راستے میں صرف سینٹ حائل ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر بل کے سینٹ میں منظور ہونے کے امکانات بہت کم ہیں اور ستاسی (۸۷) کے ایوان میں مسلم لیگ کے اپنے ووٹ صرف چھبیس (۲۶) ہیں' مسلم لیگ کو حلیف جماعتوں کے چودہ (۱۴) ووٹ بھی حاصل ہو جائیں گے۔ اس طرح ستاسی کے ایوان میں مسلم لیگ کو صرف چالیس (۴۰) ووٹ میسر آ سکیں گے جو نصف سے بھی کم ہیں۔ اگر ایم کیو ایم اور جے یو آئی کے بالترتیب پانچ اور دو ووٹ بھی اس بل کی منظوری کے لئے مسلم لیگ کو حاصل ہو جائیں تب بھی مطلوبہ اٹھاون ووٹ حاصل ہونے کی توقع نہیں ہے۔

ہم سب سے پہلے قومی اسمبلی اور خصوصاً وزیر اعظم میاں نواز شریف کو دلی مبارک باد دیتے ہیں کہ انہوں نے شریعت بل سے وہ متنازعہ شقیں نکال دی ہیں جن سے شخصی آمریت کا راستہ ہموار ہو رہا تھا۔ اگرچہ اس بل میں مزید چند نکات نکال دیئے جاتے تو یہ آئیڈیل بل بن جاتا۔ بہرحال ہماری رائے میں اس شریعت بل کو شریعت ایکٹ بنوانے کی ہر سطح پر زبردست کوشش کی جانی چاہئے اور جو حضرات بھی سینیٹروں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں انہیں سر دھڑ کی بازی لگا دینی چاہئے کہ سینٹر حضرات دستوری سطح پر نفاذ شریعت کے معاملے میں تمام سیاسی مصلحتوں حتیٰ کہ پارٹی ڈسپلن کو بھی نظر انداز کر کے اس بل کو سینٹ سے منظور کروائیں۔ ہماری رائے میں اپوزیشن کو مثبت اور منفی دونوں بنیادوں پر اس بل کو ایکٹ میں تبدیل کرنے کے عمل میں حکومت کا ساتھ دینا چاہئے۔ مثبت بنیادیں یہ ہیں کہ شریعت ایکٹ پر واقعتاً اگر کسی درجہ پر عمل درآمد ہو گیا تو پاکستان کے لئے یقیناً باعث برکت ثابت ہو گا اور اس سے پاکستان کے دکھی عوام کو خاصا ریلیف میسر آئے گا۔ منفی بنیادیں یہ ہیں کہ شریعت کے نفاذ سے جو طبقہ بر سر اقتدار ہو گا وہ سب سے زیادہ متاثر ہو گا۔ اب بھی انہیں اگر وہی پروٹوکول اور وہی شاہانہ مراعات اسی طرح دستیاب رہیں تو عوام ایسی صورت حال کو کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ علاوہ ازیں اپوزیشن کو یہ احساس کرنا چاہئے کہ وہ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شہری ہیں۔ وہ اس پاکستان کے شہری ہیں جس کا مطلب لا

تجزیہ

الٰہ الا اللہ بتایا گیا تھا۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر انہوں نے اس بنیادی اور اٹل حقیقت کو فراموش کرنے کی کوشش کی تو وہ اس ملک میں ہمیشہ ہمیش کے لئے رد کر دیئے جائیں گے۔

ہم حکومت سے بھی صاف صاف کہہ دینا چاہتے ہیں کہ یہ بل جب ایکٹ بن جائے تو اس پر دیانتداری اور نیک نیتی سے عملدرآمد ہونا چاہئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی نظام کی اصل بنیاد عدل ہے۔ اور عدل اس وقت تک وجود میں نہیں آتا جب تک اخلاقی سطح قابل رشک حد تک بلند نہ ہو۔ اخلاقی اقدار کا مستحکم ہونا ازبس لازم ہے۔ اخلاقی اقدار کے استحکام کے ساتھ ساتھ قانون کی گرفت کا مضبوط ہونا اور اس کا بلاامتیاز لاگو ہونا انتہائی ضروری ہے۔ قبل از اسلام عرب کے جاہلانہ معاشرے میں قانون صرف غریبوں اور بے سہارا لوگوں کو گرفت میں لیتا تھا' جو زورِ بازو نہ رکھتے تھے۔ لیکن جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا تو یہ فرق واقع ہوا کہ فاطمہ نامی باا‌ثر خاندان کی عورت جب چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی تو اس کے لئے سفارشیں بالواسطہ اور بلاواسطہ حضور ﷺ تک پہنچائی گئیں جس پر آپؐ سرکار کا ردعمل یہ تھا کہ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کٹوا دیتا۔ جب تک ہر کام میں' ہر معاملے میں اور ہر مسئلہ کے حل کے لئے عدل بنیاد نہیں بنے گا تب تک اسلامی نظام کاغذوں کی زینت بنا رہے گا۔ ہمارا اصل مدعا یہ نہیں ہے کہ ہمارا دستور اسلامی دستور کہلائے بلکہ ظلم اور استحصال سے پاک ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے جہاں اصل قوت قانون ہو' جہاں کوئی قوی کسی کمزور کا حق نہ چھین سکے' جہاں کوئی بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل نہ سکے' جہاں فحاشی اور بے حیائی کا تصور بھی ختم ہو جائے' جہاں عورت کو حقوق نسواں کے نام پر شمع محفل نہ بنایا جائے' جہاں سودی معیشت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے' جہاں سرمایہ کاری ہو سرمایہ پرستی نہ ہو' جہاں اقلیتوں کے جان و مال اور عزت کی محافظ اور ذمہ دار حکومت خود ہو اور جہاں زکوٰۃ و صلوٰۃ کا نظام انتہائی مستحکم ہو۔ اگرچہ ہماری رائے میں ایسے معاشرے کا قیام صرف اور صرف ایسی انقلابی جدوجہد سے ممکن ہے جو انقلاب کے تمام مراحل طے کرتے ہوئے پہلے فرسودہ اور استحصالی نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے پھر اس صالح معاشرے کی بنیاد رکھی جا سکے گی۔ لیکن ہمیں کیونکہ آم کھانے سے غرض ہے پیڑ گننے سے نہیں۔ اس لئے اگر اس جمہوری طریقے کے ساتھ آئین میں ترامیم کرا کے حکومت ایسے اقدامات کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے جس سے اسلام کے عادلانہ نظام کی برکات عوام تک پہنچ جاتی ہیں اور ظلم و استحصال سے پاک ایک صالح معاشرہ وجود میں

آ جاتا ہے تو ہم نہ صرف حکومت کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالیں گے بلکہ حکومت کے دست و بازو بنیں گے اور اس کے ادنیٰ خادم کہلوانے میں فخر محسوس کریں گے۔

ہم حکومت کو ایک بار پھر دلی مبارک باد دیتے ہوئے اس کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ شریعت بل میں اس نے جو قرآن اور سنت کو سپریم لاء قرار دیا ہے اور امر بالمعروف اور نہی المنکر کا فریضہ ادا کرنا اپنی ذمہ داری قرار دیا ہے تو اس کی بجائے کہ انتظار کیا جائے کہ عوام مختلف قوانین کے خلاف عدالتوں میں جائیں اور انہیں وہاں سے قرآن اور سنت کے خلاف قرار دلوائیں۔ وفاقی حکومت کو شریعت ایکٹ بن جانے کے بعد جو اقدام کرنے کے اختیارات حاصل ہوں گے وہ ان کے ذریعے واضح طور پر خلاف قرآن و سنت قوانین کو تو بلا تاخیر کالعدم قرار دے۔ البتہ بحث طلب امور کے بارے میں عدالتیں فیصلہ دیں کہ وہ قرآن اور سنت کے خلاف ہیں یا نہیں اور شریعت ایکٹ کے بعد چونکہ عام قوانین کے طور پر انہیں اسمبلی سے منظور کروایا جا سکے گا لہٰذا کوئی رکاوٹ پیش آنے کا امکان نہیں۔

ہم یہ واضح کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ بہت سے لوگ موجودہ حکمرانوں کے ماضی میں طور طریقوں سے ذہنی تحفظات کا شکار ہیں کیونکہ اس سے پہلے جب اسمبلی میں شریعت بل پیش کیا گیا تھا تو وزیر تجارت کا بیان شائع ہوا تھا کہ بینک کا مارک اپ چونکہ سود نہیں ہے لہٰذا وہ جاری رہے گا۔ ایک وزیر صاحب کا بیان تھا کہ فلم والوں کو شریعت بل سے نہیں گھبرانا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہم اس توقع کے ساتھ کہ چونکہ فرمان نبویؐ ہے کہ انسانوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور وہ جب چاہے بدل دے' ہم موجودہ حکمرانوں کے لئے دعا گو ہیں کہ وہ خلوص دل سے اس بل کو قانون بنانے کی کوشش کریں اور پھر اسلام کی صحیح روح کے مطابق اس پر عملدرآمد کریں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو!

وزیراعظم نواز شریف نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے بجلی کے بلوں میں ۳۰ فیصد کمی کا اعلان کیا ہے۔ یہ یقیناً ایک تاریخی اعلان ہے بلکہ صحیح تر الفاظ میں ایک تاریخی کارنامہ ہے' ایک ایسا کارنامہ جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے خود کو ڈیفالٹر قرار دلوانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہم حکومت کے اس فیصلے کی تائید کرتے ہیں' جو کل ہونا ہے وہ آج ہو جائے۔ حکومت اپنے قرض خواہوں کو یہ کہہ سکتی ہے کہ پاکستان میں چونکہ شریعت نافذ ہو گئی ہے اور ہمارے ہاں سود کی ادائیگی چونکہ حرام ہے لہٰذا آپ کے قرضے کی اصل

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع (6 تا 8 نومبر) کا

مجوزہ پروگرام

مقررین و مدرسین کے لئے تاریخ' وقت اور موضوع کا تعین

دن اور تاریخ	وقت	عنوان	مقرر
جمعہ 6 نومبر	11:30 تا 13:00	خطابِ جمعہ	امیر محترم
"	عصر تا مغرب	(i) خوش آمدید۔ ہدایات	محمد نسیم الدین
		(ii) گزشتہ سال کی رپورٹ	عبدالرزاق
"	مغرب تا عشاء	زوالِ اُمت کا اصل سبب	رحمت اللہ بٹر
	بعد نماز عشاء	خطاب عام	امیر محترم
ہفتہ 7 نومبر	بعد نماز فجر آدھ گھنٹہ	درس قرآن (المائدہ ۵۴ تا ۵۶)	ڈاکٹر طاہر خاکوانی
"	9.00 تا 9:40	قرآن حکیم بطور کتاب ہدایت	ڈاکٹر عبدالسمیع
"	9.40 تا 10:20	حدیث کی اہمیت	اختر ندیم
"	10:20 تا 11:00	قرب الٰہی کا حصول	حافظ عاکف سعید
"	11:30 تا 12:10	اسلام مذہب نہیں دین ہے	مختار حسین فاروقی
	12:10 تا 13:10	سوال و جواب	امیر محترم
	عصر تا مغرب	دین میں اجتماعیت کی اہمیت	ڈاکٹر عبدالخالق
"	مغرب تا عشاء	قرآن سے تعلق کی اہمیت	خالد محمود عباسی
	بعد نماز عشاء	خطاب عام	امیر محترم
اتوار 8 نومبر	بعد نماز فجر آدھ گھنٹہ	درس قرآن	ڈاکٹر عارف رشید
"	9.00 تا 9:30	اگلے سال کے اہداف	عبدالرزاق
"	9.30 تا 10:30	تعارف تنظیم اسلامی	انجینئر نوید احمد
	11:00 تا 13:30	اختتامی خطاب	امیر محترم

بقیہ : منبر و محراب

میں اختیار آ جاتا ہے کہ وہ قرآن و سنت کے منافی قوانین کے خلاف شرعی عدالت میں رٹ دائر کر سکتے ہیں۔ مگر عدالت کے دائرۂ اختیار پر پابندیاں برقرار رہنے تک ایسا نہیں ہو سکتا۔ حکومت کے اختیار کردہ طریق کار کے مطابق حکومت جس چیز کو نافذ کرنا چاہے گی اسے نافذ کر دے گی اور جسے نظرانداز کرنا چاہے گی اسے نظرانداز بھی کر سکے گی۔ اس میں بدنیتی کا شبہ کیا جا سکتا ہے کہ شاید ابھی قرآن و سنت کی تمام معاملات پر بالادستی کے نفاذ کا ارادہ نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)۔ اس سب کے باوجود تنظیم اسلامی قومی اسمبلی سے پندرھویں ترمیم کی منظوری پر حکومت کو خوش آمدید ہی نہیں کہتی' تہنیت اور مبارک باد بھی پیش کرتی ہے۔ اس سے قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دے کر آئینی و دستوری سطح پر ملک کو اسلامی ریاست کے قالب میں ڈھالنے کی جانب مثبت اور ٹھوس پیش رفت کا آغاز ہو جائے گا۔

خلفاء کا خوف آخرت ...... عظمت کے نشان

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ قرب حاصل تھا' آپ تمام مسلمانوں میں سب سے افضل تھے۔ آپ کے مراتب و درجات بیان سے باہر ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے کھلے لفظوں میں آپ کو خدا کی خوشنودی اور جنت کے حصول کی بشارت دی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے آپ ہی کو خدا کا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا۔ آپ کی قوت و شوکت کی یہ حالت تھی کہ پورا عرب آپ کے زیر اقتدار تھا اور آپ کی فوجیں ایک طرف شام کے میدانوں میں رومی سلطنت کی فوج سے نبرد آزما تھیں تو دوسری جانب عراق میں فارس کی سپاہ سے سرگرم جنگ و پیکار تھیں اور دونوں ملکوں میں فتح پر فتح حاصل کر رہی تھیں۔

اس شان و شوکت اور عروج و اقتدار کے باوجود آپ ہر وقت اور ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہتے تھے اور آخرت کی باز پرس سے ترساں و خائف رہتے تھے۔

عبرت پذیری

آپ نہایت رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو خشوع و خضوع کے باعث آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے کہ آس پاس کے لوگ جمع ہو جاتے تھے' نرم دلی اور رقت کے باعث بات بات پر سرد آہیں بھرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا لقب "اَوَّاہٌ مُنِیبٌ" یعنی بہت آہیں بھرنے اور خدا کی طرف رجوع رکھنے والا پڑ گیا تھا۔ نماز میں کھڑے ہوتے تو لکڑی کی طرح بے حس و حرکت نظر آتے۔ رقت قلب کی وجہ سے اتنا روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ خوف آخرت اور عبرت پذیری کا یہ حال تھا کہ کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو کہتے کاش! میں درخت ہی ہوتا کہ عاقبت کے جھگڑوں سے آزاد ہوتا۔ کسی باغ کی طرف سے گزرتے اور چڑیوں کو چہچہاتے ہوئے دیکھتے تو سرد آہ کھینچ کر فرماتے پرندو! تمہیں مبارک ہو کہ جہاں چاہتے ہو چرتے چگتے ہو' جس درخت کے سائے میں چاہتے ہو بیٹھ رہتے ہو اور قیامت میں تم سے کوئی حساب نہ ہو گا۔ کاش! ابوبکرؓ بھی تمہاری ہی طرح ہوتا۔

فکر آخرت کی تلقین

حضرت ابوبکرؓ خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو سب سے پہلے لوگوں کو خدا سے ڈرنے کی تلقین کرتے۔ عبداللہ بن حکیمؒ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت صدیقؓ نے خطبہ پڑھا جس میں حسب ذیل کلمات ارشاد فرمائے۔

"اے لوگو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کی ایسی تعریف کرو جس کا وہ سزاوار ہے اور امید و خوف دونوں کو مخلوط اور دعا مانگنے کے ساتھ الحاح و زاری بھی اختیار کرو' دیکھو۔ خدا' زکریا اور ان کے گھر والوں کی تعریف میں فرماتا ہے: "کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ O" "یعنی وہ نیکیوں کے معاملے میں تیز گامی سے کام لیتے اور ہمیں رغبت و خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمیشہ ہمارا خشوع رکھتے تھے"۔

آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے اے لوگو! خدا کے خوف سے روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔

آپ ایک روز خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو فرمایا: "لوگو! میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنا تھا....." یہ کہہ کر رونے لگے پھر طبیعت کو سنبھال کر فرمایا: "میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنا تھا....." اتنا کہا کہ پھر رونے لگے' پھر فرمایا: آپ ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ سے گناہوں کی بخشش اور دنیا و آخرت کی عافیت طلب کرو"۔

ایک روز آپ نے فرمایا: "کہاں ہیں وہ حسین اور روشن چہروں والے جو اپنے شباب سے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا کرتے تھے؟ کہاں ہیں وہ سلاطین جو بڑے بڑے شہر بساتے تھے اور ان کو قلعہ بند کرتے تھے؟ زمانے کی گردشوں نے انہیں پست کر دیا اور ان کے بازو توڑ دیئے"۔

ایک بار ایک صحابیؓ سے جن کا نام رافع طائی تھا' نے آپ سے کہا' مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: "خدا تم پر برکت و رحمت نازل فرمائے' نمازیں پڑھا کرو' روزے رکھا کرو' زکوٰۃ دیا کرو' حج کرو اور سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کبھی حکومت اور امارت قبول نہ کرنا۔ دنیا میں امیر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے اور قیامت کے روز اس سے سختی سے حساب لیا جائے گا اور اس کا اعمال نامہ بہت لمبا ہو جائے گا"۔

خوف آخرت

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ "ابوبکر صدیق ؓ کا ایمان تمام مسلمانوں کے مجموعی ایمان پر بھاری ہے"۔ اس کے باوجود حضرت ابوبکرؓ اپنی نسبت فرماتے: "اگر میرا ایک پاؤں جنت میں ہو اور دوسرا اس سے باہر ہو تو بھی میں اپنے کو اللہ کے غضب سے محفوظ تصور نہیں کر سکتا"۔ یہ ارشاد خود حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی شدت ایمانی کا نتیجہ ہے کہ جس کا ایمان جتنا قوی ہو گا وہ اتنا ہی خدا اور آخرت سے ڈرے گا۔ آخرت کی طرف سے اطمینان اور بے نیازی ایمان کی نہیں غفلت اور ضعف ایمان کی علامت ہے۔

خوف آخرت کا اظہار اعمال سے

حضرت ابوبکرؓ نے ایک بار جمعہ کے دن منبر سے اعلان کیا کہ آج میں صدقے کے اونٹ تقسیم کروں گا۔ سب لوگ آئیں مگر اجازت لئے بغیر کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔ یہ سن کر ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا۔ "یہ اونٹ کی مہار لو اور خلیفہ رسول ﷺ کی خدمت میں جاؤ۔ ممکن ہے تمہیں بھی ایک اونٹ مل جائے"۔ وہ شخص مہار لئے ہوئے آیا اور بغیر اجازت لئے ہوئے بارگاہ خلافت میں چلا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بطور تادیب اسی مہار سے اس کو مارا۔ جب اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو فرمایا' اس شخص کو بلاؤ جس کو میں نے مارا ہے"۔ وہ شخص ڈرتے ڈرتے حاضر ہوا' آپؓ نے فرمایا "میں نے تمہیں اس مہار سے مارا تھا تم بھی اسی مہار سے مجھے مار کر اپنا بدلہ لے لو"۔ حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا: "اے خلیفہ رسول ﷺ یہ رسم قائم نہ کیجئے۔ آپ نے بے وجہ تو نہیں مارا تھا' حکم کی خلاف ورزی کرنے پر سزا دی تھی"۔ فرمایا: "یہ صحیح ہے مگر قیامت میں اس کا محاسبہ ہوا تو خدا کو کیا جواب دوں گا"۔

(ماخوذ از خلفائے راشدین)

موجودہ وقت میں نظام بدلنے کی جدوجہد جہاد ہے

اسلام میں جاگیرداری نظام کا کوئی تصور نہیں

ریاست غلط ذرائع سے حاصل شدہ دولت ضبط کر سکتی ہے

انقلاب ہمیشہ اقلیت ہی برپا کرتی ہے

روزنامہ مشرق پشاور "سنڈے میگزین" بابت ۲۷ ستمبر ۹۸ء میں شائع شدہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا انٹرویو

☆ اسلام ازل سے ابد تک کا مذہب ہے تو پھر یہ دیگر مذاہب کہاں سے پیدا ہوئے اور انہیں کس نے فروغ دیا؟

○ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ہی ازل سے انتہا تک کا دین ہے۔ البتہ وقتاً فوقتاً جب لوگوں نے دین میں بگاڑ پیدا کیا تو اس کی بہتری کے لئے اللہ کریم نبی اور رسول بھیجتے رہے۔ دراصل یہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں جس کی مثال ہم برگد کے اس درخت سے لیتے ہیں جس کی شاخیں دوبارہ زمین میں دھنس جاتی ہیں اور پھر کسی اور جگہ سے دوبارہ نکل آئیں اور انہوں نے اپنا علیحدہ تشخص بنالیا۔ تمام مذاہب اسلام کی ہی مسخ شدہ شکلیں ہیں جنہوں نے اب علیحدہ مستقل راستہ اختیار کرلیا ہے۔

☆ تمام مذاہب کی بنیادی اخلاقی اقدار تو ایک ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اختلافات اس وقت پیدا ہوئے جب آسمان سے رابطہ کا مسئلہ پیدا ہوا۔

○ میرے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ تمام مذاہب کی بنیادی اخلاقی اقدار ہی نہیں اوپر کا رابطہ بھی ایک ہے کیونکہ اسے خواہ بھگوان کہیں یا ایشور' گاڈ' اللہ' خدا' سب ایک ہے۔ حتیٰ کہ انتہائی مشرکانہ مذاہب میں بھی نیچے دیوی دیوتا ہوتے ہیں لیکن مہادیو ایک ہی ہوتا ہے۔ لہذا اس طرح نیچے اور اوپر تو ایک ہے لیکن درمیان میں جو فرق آیا ہے وہ انسانی تہذیبی اور تمدنی ارتقاء کے باعث ہوا۔ انسان ایک دور میں جب عہد طفولیت میں تھا تو اس کو ہدایات دی جاتی تھیں' پھر ذرا جوان ہوا تو کچھ اور ہدایات دی گئیں یہاں تک کہ آخری نبیؐ اور آخری کتاب آگئی۔ اس لئے دین ایک ہے البتہ قانون شریعت میں تبدیلی آتی رہی اور یہ تبدیلی انسان کے ذہنی اور تمدنی ارتقاء کے باعث تھی۔

☆ ابن عربی کا تو کہنا ہے کہ شرعی نبوت ختم ہوگئی ہے لیکن اس شرع کی تابع میں نبیؐ آتے رہتے ہیں؟

○ نبوت ختم ہوچکی ہے لیکن وحی جاری ہے۔ وحی تو اللہ کے فرمان کے مطابق شہد کی مکھی کو بھی ہوتی ہے پھر آسمانوں کو وحی کردی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی کردی گئی حالانکہ وہ نبیؐ نہیں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو وحی کردی گئی کہ تم ہمارے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ' یہ سلسلہ جاری ہے لیکن وحی نبوت ختم ہوچکی ہے جس میں شیطان کی مداخلت نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا وہ نبوت جو لوگوں کی ہدایت کے لئے آتی تھی وہ ختم ہوچکی ہے۔

☆ اسلام کے تین مدارج ہیں تبلیغ' معاشرتی تشکیل اور پھر احکامات اور ان کی پابندی۔ لیکن ہمارے ہاں کچھ مختلف نظر آتا ہے' ہم اوپر سے عوام پر کچھ احکامات مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟

○ تاریخی لحاظ سے آپ کی یہ بات صحیح ہے کہ اسلام کا فائنل ایڈیشن رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہی دنیا میں آیا اور اس کے یہ تین مدارج تھے لیکن میں انہیں ایک اور طرح سے بیان کرتا ہوں۔ دراصل یہ انقلابی مدارج ہیں جن میں پہلے ایک نظریہ دیا جاتا ہے پھر اس کے لئے افراد تیار کئے جاتے ہیں اور جب یہ افراد مخصوص تعداد میں تیار ہوجائیں تو پھر موجود نظام سے ٹکرایا جاتا ہے اور جب وہ غالب آجائیں تو اپنا نظام نافذ کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے پہلے ایمان کی دعوت دی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تیار کی اور پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ مطلوبہ طاقت جمع ہوگئی ہے تو پھر انہوں نے تصادم مول لیا اور کامیابی کے بعد آپ نے احکامات نافذ کردیئے۔ اس اعتبار سے آپ کی بات صحیح ہے۔ لیکن اب صورتحال مختلف ہے' پوری دنیا میں مسلمان موجود ہیں اور ان کے پاس شریعت بھی ہے اس لئے اب یہ ہمارا فرض ہے کہ شریعت کو نافذ کریں۔

☆ لیکن حکمران جس طرح اس شریعت کو اوپر سے نیچے لانا چاہتے ہیں' کیا وہ جائز ہے اور اس کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے؟

○ اس طریقۂ کار کے منفی یا مثبت نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ اس کے مثبت نتائج کے لئے ذہن سازی' کردار سازی اور قانون کے نفاذ کا کام بیک وقت شروع ہونا چاہئے۔ اگر قانون کے نفاذ کو پہلے لے آیا گیا اور ذہن سازی اور کردار سازی کا عمل بعد میں شروع ہوا تو اس کے منفی نتائج برآمد ہوں گے۔ دوسری بات آپ نے اوپر سے نیچے تک لانے کی کی۔ تاریخ میں ایسا پہلے بھی ہوا ہے' ٹانسٹائن جب عیسائی ہوا تو اس کی تمام ریاست عیسائی ہوگئی تھی۔ ایسا ہوتا ہے کہ جب بہت بڑی شخصیت کا ذہن تبدیل ہوجائے تو اس کے دائرہ اثر میں بہت بڑی تبدیلی آتی ہے۔ فرض کیجئے کہ جس شخص کے پاس عوامی مینڈیٹ ہو لوگ بھی اس پر اعتماد کرتے ہوں اور اس کے ذہن میں تبدیلی آئے اور وہ شریعت نافذ کرنا چاہئے تو اس کے مثبت نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ فرض ہے کہ تمام کام یعنی ذہن سازی' کردار سازی اور قانون کا نفاذ اکٹھا شروع کرے ورنہ مار کھائے گا۔

☆ کیا موجودہ معاشرتی' سیاسی اور معاشی نظام میں اس پر عمل ہوسکتا ہے؟

○ پہلی بات تو یہ کہ ہم اسی نظام کو بدلنے کے لئے ہی شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہم سب مسلمان ہیں اور ہمارے پاس شریعت بھی موجود ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ ماحول خراب ہے یا نظام اس کی اجازت نہیں دیتا' یہ جائز نہیں۔ اگر میں اس پر ان حالات میں عمل نہیں کرتا تو یہ میرا انفرادی فعل ہے۔ لیکن شریعت کا تو یہ تقاضا ہے کہ میں اس پر عمل کروں لیکن اجتماعی شکل میں نظام تو

آڑے نہیں یا اس میں تو کوئی رکاوٹ نہیں' آئین بھی اس کی اجازت دیتا ہے تو پھر اگر شریعت پر عمل نہیں ہوتا تو یہ جرم ہے۔ اس طرح اگر 95 فیصد مسلمانوں پر مشتمل قوم اگر شریعت نافذ نہیں کرتی تو وہ مجرم ہے۔ کیونکہ اس بارے میں قرآن نے واضح طور پر کہا ہے کہ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت پر عمل نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔ لہٰذا اس الزام سے بچنے کے لئے ہمیں فوری طور پر شریعت کو نافذ کرنا چاہئے۔

☆ اس سے پہلے کہ میں آپ سے موجودہ شریعت بل کے بارے پوچھوں' کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ وہ کیا وجوہات تھیں کہ جن میں اسلامی ریاست کا تصور صرف تیس سال (عہد خلفائے راشدین) میں ہی بکھر گیا؟

○ یہ صحیح ہے کہ جو ریاست محمد رسول اللہ ﷺ نے قائم کی تھی وہ ان کے کامل نقش قدم پر صرف تیس برس چل سکی اور پھر اس میں زوال آنا شروع ہو گیا اور پھر یہ عمارت ایک ہزار سال میں آہستہ آہستہ زمین بوس ہو گئی۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ اسلام کے اصولوں کے مطابق جو نظام بنا وہ تیس برس تک قائم رہا لیکن روسو نے جس جمہوریت کا تصور پیش کیا یا مارکس اور اینگلز نے جس کمیونزم کی بات کی وہ تو دنیا میں ایک دن بھی قائم نہیں ہوئے۔ اسلامی نظام کی وہ جھلک اللہ تعالیٰ نے اس لئے دکھائی تھی کہ نوع انسانی پر ایک حجت قائم ہو جائے کہ یہ نظام ہی قابل عمل ہے۔ انسان کی عمرانی سطح ابھی اس مقام تک نہیں پہنچی تھی کہ وہ اس نظام کو زیادہ دیر تک برقرار رکھ سکتی۔ نظام خلافت قائم ہونا ہے اور پوری دنیا پر قائم ہونا ہے' اس کی خبر حضورؐ نے دی ہے یہ زیادہ دور کا مسئلہ نہیں۔ اُس وقت انسان کے فہم میں یہ بات نہیں تھی کہ ریاست اور چیز ہے اور حکومت اور شے۔ جس طرح ہم سب ریاست پاکستان کے وفادار ہیں حکومت کے نہیں' حکومت تبدیل کرنا ہمارا حق ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حکومت کے خلاف میدان میں نکلے اور ریاست کے باغی قرار دے کر شہید کر دیئے گئے۔ اس وقت انسان کو یہ سمجھ نہیں تھی' انسان کا عمرانی فہم انقلاب کی اس انتہا کو نہیں سمجھ رہا تھا لیکن اللہ نے اس کی ایک جھلک دکھادی۔ اسی پس منظر میں ایک اور بات یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے لوگوں سے کہا تھا کہ ابھی مجھے آپ سے اور بھی باتیں کہنا تھیں لیکن ابھی آپ ان کا تحمل نہیں کر سکتے۔ جب وہ فارقلیط آئے گا تو وہ تمہیں سب کچھ بتائے گا' یہ حضورؐ کی طرف اشارہ تھا۔ دراصل خلافت راشدہ کا نظام اتنی بلند شے تھی کہ نوع انسانی جمہوری حیثیت میں اتنی بالغ نہیں تھی کہ اس کو برقرار رکھ سکتی۔

☆ اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی نظام کی ترویج کے لئے بنیادی ضرورت انسانی شعور کی بلندی ہے۔ کیا ہمارا معاشرہ اس قابل ہے کہ اس نئے نظام کو آگے بڑھا سکے؟

○ اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انقلابی جدوجہد کے ذریعے پہلے شعوری اور اخلاقی سطح بلند کی جائے پھر نظام بدلیں جس میں یہ ممکن نہیں کہ سو فیصد لوگوں کا شعور بلند ہو جائے۔ ویسے بھی ایک اقلیت ہی انقلاب برپا کرتی ہے۔ حضورؐ کے صحابہ بھی اکثریت میں نہیں تھے۔ دراصل چند لوگ ہوتے ہیں جو نئے فلسفہ' نئے نظریہ اور شعور و آگہی سے سرشار ہوتے ہیں اور پھر اپنا تن من دھن سب کچھ وہ لگا دیتے ہیں۔ وہ ایک آدمی ایک لاکھ پر بھاری ہوتا ہے۔ ایک طریقہ تو پاکستان میں انقلاب لانے کا یہ ہے جس کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں لیکن دوسرا یہ کہ اگر کسی حکمران کے ذہن میں اللہ تعالیٰ نے تبدیلی پیدا کر دی ہے تو پھر اسے وہ تین کام یعنی ذہن سازی' کردار سازی اور قانون کا نفاذ ایک ساتھ کرنا ہوں گے۔

☆ ماضی میں بھی تو جنرل ضیاء الحق نے ایسی کوشش کی تھی؟

○ انہوں نے محض اسلام کے نام پر ایکسپلائٹ کیا تھا' وہ اب ہم میں نہیں اس لئے ان کی نیت بھی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ نواز شریف ابھی زندہ ہیں ابھی ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اللہ نے ان کے ذہن میں تبدیلی پیدا کر دی ہے اور انہیں یہ احساس ہو گیا ہے کہ وہ اسلامی نظام نافذ کریں تو انہیں بیک وقت تین کام شروع کرنا ہوں گے۔

☆ 73ء کے آئین میں واضح طور پر قرآن و سنت کی بالادستی کو تسلیم کرنے کے ساتھ یہ بھی موجود ہے کہ کوئی قانون سازی اس کے منافی نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں تو ریاست کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ عوام کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے میں مدد فراہم کرے۔ لہٰذا اس شریعت بل کی کیا ضرورت تھی؟

○ جی ہاں۔ لیکن قرارداد مقاصد کو جسٹس نسیم حسن شاہ کے فیصلے نے متنازعہ بنا دیا' جس میں انہوں نے کہا کہ یہ شق پورے دستور پر حاوی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آرٹیکل 227 کو اسلامی نظریاتی کونسل سے باندھ دیا گیا' وہ دیکھتی رہے گی اور رپورٹیں تیار کرتی رہے گی ـــــ لیکن اس کی ضمانت نہیں کہ ان رپورٹوں پر عملدرآمد بھی ہو گا یا نہیں۔ اس اعتبار سے قانون سازی غیر مؤثر تھی تاہم ہم نے جو طریقہ کار تجویز کیا تھا' جس کے تحت شریعت کورٹ کا معیار بلند کیا جاتا' اس میں مزید اچھے جج شامل کئے جاتے' اس پر سے دستور پاکستان' ضابطہ فوجداری اور دیوانی کی پابندیاں ہٹائی جاتیں تو ایک ایک کر کے قوانین چیلنج ہوتے جاتے اور جو شریعت کے خلاف ہوتے وہ خود بخود ایک عمل کے ذریعے ختم ہو جاتے' ان کے بالمقابل نئے قوانین کی تجاویز آ جاتیں اور وہ ایک معمول کے تحت پورے نظام میں اپنی جگہ بنا لیتیں۔ اس سے مقننہ' عدلیہ اور انتظامیہ کا بنیادی ڈھانچہ بھی متاثر نہ ہوتا لیکن انہوں نے فرامین کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ فرمان تو سلاطین کے ہوتے ہیں نیز جو بھی اس کی راہ میں رکاوٹ بنے گا اس کے خلاف کارروائی ہو گی جس کی زد میں عدلیہ اور اس کے فیصلے بھی آنے کا اندیشہ ہے۔ پھر 239 میں جو ترمیم تجویز کی گئی ہے وہ بھی بہت غلط ہے۔ یہ طریقہ کار وہی ہونا چاہئے جو دستور میں درج ہے۔ اگر تو شریعت کورٹ یا سپریم کورٹ کا اپیلیٹ بنچ کسی دستوری دفعہ کے بارے میں تجویز کرتا ہے کہ اس میں ترمیم ہونا چاہئے تو وہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر اسمبلی ترمیم کرنا چاہتی ہے تو پھر وہی طریقہ کار برقرار رہنا چاہئے۔ اگر دو تہائی اکثریت کو ختم کر دیا گیا تو ریاست کی کوئی بنیاد نہیں رہے گی۔ مجھے اس سے شدید اختلاف ہے۔

☆ اسلام کی بنیاد تو عدل و انصاف پر ہے لیکن وزیر اعظم نے تو عدالت کے فیصلوں کو بھی تبدیل کرنے کا اختیار مانگ لیا ہے۔ حالانکہ خلافت راشدہ میں خلیفہ وقت عدالت میں انصاف کے لئے گئے تھے۔

○ یہ صحیح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مدعی کی حیثیت سے عدالت میں گئے لیکن قانونی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا مقدمہ خارج ہو گیا۔ حالانکہ کوئی مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جھوٹ بول سکتے ہیں۔ لیکن عدالت عدالت ہے اور قانون قانون ـــــ اصل میں موجودہ شریعت بل کا سارا تضاد اس وقت سامنے آتا ہے جو اس میں ازمنہ وسطیٰ کے سلاطین کا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے جس کا میں شدید مخالف ہوں۔ اس لئے میں ڈنکے کی چوٹ پر اس کا اظہار کر رہا ہوں۔

☆ وفاقی وزیر تجارت نے کہا تھا کہ مارک اپ تو شریعت کے مطابق ہے لیکن سود قرآن و سنت کے خلاف ہے؟

○ مارک اپ بھی سود ہی ہے اور یہ جائز نہیں اور پھر حکومت اور اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اسے سود ہی قرار دیا ہے۔

☆ ایسی توجیہات کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟

○ یہ تو ایک شخص کی توجیہہ ہے' شریعت کورٹ موجود ہے جہاں اس معاملے پر بحث ہونی چاہئے۔

☆ فرامین پر عملدرآمد نہ ہونے کی شکل میں جس تادیبی کارروائی کا عندیہ دیا گیا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز۔ نیز ان غیر شرعی احکامات کی پابندی نہ کرنا کہاں تک صحیح ہو گا؟

○ یہ بات صحیح ہے کہ جو حکم شریعت کے خلاف ہو اس کی پابندی نہ کی جائے لیکن جس معاہدے کے تحت ملازمت دی جاتی ہے اس میں حکم کی تعمیل بھی شامل

ہوتی ہے۔

☆ میدان جنگ میں ہی لڑنا تو جہاد نہیں اپنے اردگرد اور ماحول میں لڑنا بھی تو جہاد ہے؟

○ ملک کے قوانین میں جہاد یہ ہے کہ آپ لوگوں کو قائل کر کے انہیں اپنا ہمنوا بنائیں اور پھر انہیں منظم کر کے قوانین تبدیل کرائیں۔ جب تک قانون تبدیل نہیں ہوتا ایسے اقدام سے انارکی پیدا ہوگی۔ میں نے شروع میں کہا تھا کہ کچھ قوانین ایسے ہیں جن کا فیصلہ نظام کی سطح پر نہ ہو تو ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس حالت میں جہاد یہ ہے کہ نظام بدلنے کی جدوجہد کی جائے' جو لوگ غلط کام کر رہے ہیں انہیں تبدیل کیا جائے۔

☆ زکوٰۃ کے فلسفہ کی بنیاد دوسروں کی بہتری اور بھلائی پر ہے۔ یہاں یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ زکوٰۃ دے دی تو بہت چیزوں سے چھٹکارا مل گیا۔ کسی حلال و حرام کی تمیز نہیں کی جاتی۔ کیا ایسے وسائل ضرورت کے تحت ریاست قبضہ میں لے سکتی ہے؟

○ آمدنی کے ذرائع کا حرام یا حلال ہونا علیحدہ ایشو ہے' اس کا پتہ چلا کر انہیں ضبط کرنا علیحدہ معاملہ ہے۔

☆ کیا غلط ذرائع سے حاصل شدہ دولت ریاست ضبط کر سکتی ہے؟

○ بالکل کر سکتی ہے۔ رہا ڈھائی فیصد زکوٰۃ کا معاملہ تو وہ ذرا مختلف ہے اسلام کے دو معاشی نظام ہیں' ایک قانونی اور دوسرا روحانی۔ قانونی یہ کہ حلال طریقے سے جو تم کماؤ وہ تمہارا ہے اس میں سے جو ایک حد سے بڑھ گیا تو اس پر ڈھائی فیصد لیکن ایک حد کے اندر ہے تو پھر اس پر کچھ بھی نہیں لیا جائے گا۔ باقی جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے چاہے اپنے پاس رکھو یا اللہ کی راہ میں خرچ کر دو' یہ تمہارا اختیار ہے جبکہ روحانی نظام یہ ہے کہ تمہاری کوئی شے نہیں سب کچھ اللہ کا ہے۔ زمین' مکان اور جائیداد' سب اللہ کا ہے اور تم جو محنت کرتے ہو اس کو اللہ کا فضل سمجھو۔ فضل میں تمہارا حصہ جائز ہے اور باقی دوسروں کا ہے۔ اس کو قانونی طور پر نافذ نہیں کیا جا سکتا لیکن جب ہم ان دونوں کو ملانے کی کوشش کرتے ہیں تو معاملہ گڈمڈ ہو جاتا ہے۔ روحانی تعلیمات کو طاقت سے نافذ نہیں کیا جا سکتا اس طرح تو اس کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے حضورؐ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے روحانی زندگی گزاری کہ جبکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسی زندگی گزاری ان کا کاروبار بھی تھا' پیسہ بھی تھا' دولت بھی تھی۔

☆ روحانی زندگی کی بہترین مثالیں حضرت صدیق اکبر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی ہیں؟

○ بالکل! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر سب کچھ پیش کر دیا تھا۔ یہ روحانی تعلیمات تھیں انہیں آپس میں گڈمڈ نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ ایک تیسرا نکتہ یہ ہے کہ جب اسلامی ریاست میں ڈھائی فیصد زکوٰۃ سے غربا کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں تو وہ ریاست مزید ڈیمانڈ کر سکتی ہے لیکن یہ معمول کا نہیں غیر معمولی اقدام ہوگا۔ ورنہ عام حالات میں ہی ڈھائی فیصد کی رقم اتنی ہو جائے گی کہ سب کی ضرورت پوری ہو جائے گی لیکن ضیاء الحق نے زکوٰۃ کا جو نظام قائم کیا تھا اس میں صرف سود سے کمیشن لیا گیا تھا۔

☆ اسلام میں جاگیرداری نظام کیوں جائز نہیں؟

○ اسلام کا فلسفہ یہ ہے کہ جس کی زمین ہے وہی کاشت کرے گا۔ لینڈلارڈ ازم جائز نہیں ایک جاگیردار تو ۲۰۰ مربع یا سو مربع زمین کاشت نہیں کرتا۔

☆ یعنی جو کاشت کرتا ہے وہی جائز ہے؟

○ اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو بے شمار علاقے مسلم ریاست میں آ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ یہ تمام زمینیں کسی فرد کی نہیں مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ہیں جو کاشت کرے گا وہ بیت المال کو خراج دے گا تاہم جو علاقے فتح نہیں ہوئے اور وہاں کے لوگ ایمان لے آئے تو ان کی زمینیں انہی کی ملکیت رہیں گی۔ وہ حکومت کو دسواں یا بیسواں حصہ دیں گے۔ یہ عشری زمینیں کہلائیں گی۔ وہاں کے عوام تاجروں اور صوفیاء کے زیر اثر ہی مسلمان ہو گئی یہ عشری زمینیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب اسلام میں ملوکیت آ گئی تو اس کے کچھ تقاضے تھے۔ بادشاہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ ان کی ملکیت ہے ان زمینوں پر قبضہ کر لیا جو فتوحات کے ذریعے حاصل ہوئی تھیں اور جنہیں امام ابو حنیفہ کے شاگرد' جو ان کی علیحدگی کے بعد اقتدار سے وابستہ ہو گئے تھے' قاضی ابو یوسف نے مزارعت کا فتویٰ کے ذریعے جائز قرار دیا تاہم اس کی خباثت کم کرنے کے لئے کچھ شرطیں عائد کر دیں۔ یہ شرطیں اپنی جگہ لیکن ہمارے ہاں جو مزارعت ہوتی ہے ان میں تو یہ شرطیں بھی نہیں۔ اس طرح یہ جاگیرداری نظام بن گیا۔

☆ اس کا مطلب ہے کہ اسلام میں جاگیرداری کی کوئی گنجائش نہیں؟

○ اسلام میں جاگیرداری کا کوئی تصور نہیں۔ ہاں زمین کی ملکیت ہو سکتی ہے لیکن جس کی ملکیت ہے وہ خود کاشت کرے' نہیں کر سکتا تو اپنے کسی بھائی کو دے دے۔ اس کی پیداوار میں سے کچھ لینا جائز نہیں۔

☆ ڈاکٹر صاحب کیا وجہ ہے کہ مذہبی جماعتیں پچاس سال گزرنے کے باوجود عوام میں مقبولیت حاصل نہیں کر سکیں؟ جب بھی الیکشن ہوتے ہیں دو تین فیصد ووٹ ہی ان کے حصے میں آتے ہیں؟

○ میرے نزدیک سب سے بڑی غلطی الیکشن میں شامل ہونا ہے' کوئی جماعت جب انتخاب میں آتی ہے تو پھر مدمقابل کے الزامات بھی ساتھ آتے ہیں جس سے اسلام کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے یعنی فرد کے حوالے سے مذہب پر زد پڑتی ہے جس کا نتیجہ صحیح نہیں نکلتا۔ دوسرا یہ کہ کوئی ایک جماعت ہوتی تو شاید کچھ بہتر ہوتا یہاں تو بہت سی جماعتیں ہیں اور ہر ایک کو کہنا پڑتا ہے کہ صرف اس کا اسلام اصلی ہے۔

☆ اس کا واضح مطلب ہے کہ مذہبی جماعتوں کو سیاست میں نہیں آنا چاہئے تھا؟

○ اصل میں سیاست دو طرح کی ہے ایک تو الزامات کی اور دوسری پریشر گروپ کی۔ مذہبی جماعتوں کو پریشر گروپ کی سیاست کرنی چاہئے کیونکہ ایجی ٹیشن کے حوالے سے جتنی صلاحیت مذہبی جماعتوں میں ہے وہ دوسروں میں نہیں۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ جب تک مولوی شامل نہ ہوں کوئی تحریک کامیاب نہیں ہوتی۔

☆ 77ء کی تحریک کی مثال ہمارے سامنے ہے؟

○ بلکہ ایوب خان کے خلاف بھی اگر مذہبی جماعتیں نہ آتیں تو یہ جمہوریت والے بھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ اور بات کہ جو "حلیم" پکائی گئی وہ سب بھٹو کھا گیا اور ان کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ لیکن یہ صحیح کہ منفی کام میں ان سے زیادہ کوئی مؤثر نہیں۔ یہ مثبت کام نہیں کر سکے۔ اس غلطی کی ابتداء مولانا مودودی سے ہوئی۔ یہ صحیح کہ 1948ء میں ہی مولانا مودودی نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ نیا ملک ہے۔ نیا آئین بن رہا ہے تو اس میں نظریاتی ترجیحات بھی طے ہونی چاہیں اور پھر اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی ان کی حمایت کی تو دوسری طرف مسلم لیگیوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور پھر قرارداد مقاصد سامنے آئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پوری دنیا میں سیکولرازم کا چرچا تھا لیکن 51ء میں ہی انہوں نے الیکشن میں جانے کی فاش غلطی کی اور پھر چاروں شانے چت ہو گئے بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک چت ہی چت ہیں۔

☆ کیا آپ کی جماعت سے علیحدگی کے بھی یہی اسباب تھے؟

○ بالکل یہی بنیاد تھی۔ جب تک جماعت نے الیکشن میں حصہ نہیں لیا تھا اس وقت تک یہ اصولی' اسلامی' انقلابی جماعت تھی بلکہ اس سے بہتر کوئی ایسی جماعت پوری دنیا میں نہیں تھی اور نہ اب ہے۔ تاہم اب وہ ایک اسلام پسند قومی سیاسی جماعت بن کر رہ گئی ہے۔ اگرچہ میں نے خود ان انتخابات میں جماعت کے لئے کام کیا لیکن بعد میں مجھے احساس ہوا کہ جماعت نے اصولی طور پر غلط کام کیا ہے اس لئے میں اس سے علیحدہ ہو گیا۔ تاہم اب جماعت نے پھر

اس میں ترمیم کرلی ہے۔ اب وہ پھر ایجی ٹیشن کے راستے پر آگئی ہے لیکن اس کے لئے مواد اس اصول پر تیار نہیں کیا گیا جو جماعت اسلامی کا تھا۔ اب اگر یہ چار لاکھ افراد بھی سڑک پر لے آئیں۔ ایک حکومت چلی جائے اور دوسری آ جائے تو اس سے کوئی فرق برآمد نہیں ہوگا۔

☆ ویسے بھی اب تو یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ 85ء کے بعد جماعت نے ہمیشہ اشاروں کی سیاست کی ہے؟

○ میری اس سلسلے میں براہ راست معلومات نہیں اس لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن انہوں نے یہ بات سمجھ لی ہے کہ وہ الیکشن کے ذریعے کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے وہ ایجی ٹیشن کے راستے پر آئے ہیں۔

☆ یہ جو فرقہ وارانہ تنظیمیں ہیں کیا ان پر پابندی عائد نہیں ہونی چاہئے؟

○ میرے نزدیک ایسی کوئی بندش مسئلے کا حل نہیں تاہم ایسی قانون سازی ہونا چاہئے تاکہ ایسے رویوں کو روکا جاسکے۔ ایسے رویئے عموماً انفرادی سطح پر نظر آتے ہیں۔

☆ لیکن ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ ایک فرقہ دوسرے کے خلاف قتل و غارت کرتا ہے تو دوسرا جوابی حملے اپنی مجبوری بنالیتا ہے؟

○ آج سے بیس سال پہلے بھی فکری تضاد تو موجود تھا لیکن واقعتاً ایسی کیفیت نہیں تھی۔ سب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔ دراصل انقلاب ایران کے بعد ایک فرقہ نے یہ سمجھ لیا کہ اس سنہری موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس انقلاب کو پاکستان میں بھی درآمد کرنا چاہئے جس کی بناء پر وہ ایگریسیو ہو گئے جس کے ردعمل میں سپاہ صحابہ بن گئی۔ ایک کو ایران نے خرید لیا تو دوسرے کو سعودی عرب نے حاصل کرلیا یہ سعودی عرب اور ایران کی پراکسی وار ہے جو پاکستان میں چل رہی ہے۔ پھر اسی کو "موساد" اور "را" نے استعمال کرنا شروع کیا جس کا مسلک سے تو کوئی تعلق نہیں۔

☆ کیا ہم سمجھ لیں کہ ایران اور سعودی عرب اپنی لڑائی پاکستان میں لڑ رہے ہیں؟

○ چونکہ تمام عرب ممالک ایران سے خوفزدہ تھے اسلامی انقلاب نے ایران میں انتہائی جوش و خروش پیدا کر دیا تھا اور پھر انہوں نے حرمین کی آزادی کا مطالبہ بھی کر دیا جس سے سعودی عرب والے ڈر گئے اور دفاعی راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اسی لئے عرب ممالک نے صدام کو آگے کر دیا تھا تاکہ اسلامی انقلاب کی پیش رفت کو روکا جاسکے۔

☆ ۱۹۸۶ء میں آپ نے بیعت شرعیہ کا تصور پیش کیا۔ یہ وہ تصور تھا جو مولانا محمود حسن نے مولانا ابوالکلام آزاد کو امام الہند بنانے کے لئے پیش کیا تھا؟ یہ کانگریس کی سازش تھی؟

○ ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۲ء میں الہلال نکالا ۱۹۱۳ء میں حزب اللہ قائم کی۔ یہ 1920ء کا واقعہ ہے۔ شیخ الہند کی یہ خواہش تھی کہ مولانا کے ہاتھ پر بیعت کرلی جائے تاکہ انہیں امام الہند بنایا جائے لیکن یہ کوشش ناکام ہو گئی اس میں کانگریس کا کوئی ہاتھ نہیں تھا بلکہ وہ تو اس پوزیشن میں ہی نہیں تھی کہ مسلمانوں کو اپروچ کر سکتی۔ مسلمان اس وقت سیاست میں زیادہ فعال تھے۔ بہرحال مولانا محمود حسن کی اس خواہش پر علماء نے انکار کردیا تو ابوالکلام آزاد نے ردعمل کے طور پر ساری بساط ہی لپیٹ لی، وہ بجائے اسلام کے لئے کام کرنے کے ہندوستان کی آزادی کے لئے کام کرنے لگے۔ میں نے جو بیعت شروع کی ہے وہ 1913ء کی بیعت سے مشابہ ہے۔ میں امام الہند یا امام پاکستان بننے کا مدعی نہیں، میں تو اقامت دین اور اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے لئے ایک جماعت بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

☆ اس میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے؟

○ میری پراگرس بہت کم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پچاس سال سے موجود تحریکوں، جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کا اثر اتنا ہے کہ اس میں سے کسی اور کا راستہ نکالنا آسان نہیں۔ دوسرا یہ کہ میرا اور جماعت اسلامی کا تصور بھی تقریباً ایک جیسا ہے اور پھر ہمارے ہاں جو عوامی مذہبی تصور ہے وہ پیری مریدی اور روحانیت کا ہے جو عوام کی رگوں میں ہے جس کو استعمال کرنے والے بہت جلد آگے آجاتے ہیں جن کی تازہ ترین مثالیں مولانا اکرم اعوان اور ڈاکٹر طاہر القادری ہیں لیکن فکر اور ان اصولوں کی بنیاد پر منہج نبویؐ پر چلتے ہوئے کوئی تحریک چلانا آسان نہیں بہرحال مجھے ایک تسلی اور تشفی اس لحاظ سے ہے کہ حضور ﷺ کو بھی پہلے ہی سال میں بمشکل سوا سو آدمی میسر آئے تھے تاہم اگلے دس سال میں وہ انقلاب لے آئے تھے۔ میری جدوجہد جاری ہے جو میں فرض سمجھ کر ادا کر رہا ہوں۔ کامیابی تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔

☆ ڈاکٹر صاحب! بہت بہت شکریہ۔ آپ نے رہنمائی فرمائی۔

○ آپ کا بھی شکریہ کہ آپ نے میرے خیالات کو قارئین تک پہنچانے کا بندوبست کیا۔

نغمہ ہدایت

ہدایت اللہ صدیقی

قدرت نے اندھیروں میں کیا چاند نکالا ہے ۔۔۔ جس سمت نظر ڈالی اُس سمت اُجالا ہے
چمکے تو زمانے میں کتنے ہی چمک والے ۔۔۔ طیبہ کی نگریا کا یہ چاند نرالا ہے
فاراں کی بلندی سے چمکا جو مہ تاباں ۔۔۔ دنیا میں اسی سے ہی اب تک یہ اُجالا ہے
طوفاں تھا، تلاطم تھا، گھنگھور گھٹائیں تھیں ۔۔۔ منجدھار سے کشتی کو آقا نے نکالا ہے
جب حکم ملا رب کا محبوب خدا نے پھر ۔۔۔ باطل کے خداؤں کو کعبے سے نکالا ہے
جھرمٹ میں کھجوروں کی مہتاب درخشندہ ۔۔۔ کچھ گرد نبیؐ یوں ہی اصحابؓ کا ہالا ہے
ایثار و عدالت کا رنگ جود و سخاوت کا ۔۔۔ سرکارؐ کے گلشن کا ہر پھول نرالا ہے
اِک سمت تو جنت ہے اِک سمت مدینہ ہے ۔۔۔ حیرت میں ہمیں ان کے نظاروں نے ڈالا ہے
جس دل میں نہیں اُلفت سرکار دو عالم کی ۔۔۔ صورت ہو خواہ کیسی پر دل کا وہ کالا ہے

آقا کی محبت میں سرشار سراپا ہوں
ہر نغمہ ہدایت ہے، انداز نرالا ہے

بقیہ : تجزیہ

رقم جب ہمارے لئے ممکن ہوگا ادا کر دیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کتنا آسان نہیں ہے اور اس کے نتائج کو بھگتنا بہت مشکل ہو گا لیکن ہمارے لئے کوئی اور چارۂ کار بھی تو نہیں۔ حکومت اگر ایسے مشکل فیصلے کرنے پر آمادہ ہو ہی گئی ہے تو اسے اللہ پر بھروسہ کر کے دنیا کے خداؤں کے خلاف اعلان جنگ کر دینا چاہئے۔

پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرو!

—— ابن صالح ——

کہتے ہیں' جان ہے تو جہان ہے۔ ماہرین کے نزدیک جان سے مراد جسمانی' روحانی' ذہنی اور جذباتی صحت ہے۔ گویا انسان ان چاروں پہلوؤں سے صحت مند ہے تب کہہ سکتے ہیں کہ وہ "جاندار" ہے۔ لہٰذا ایک انسان کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی جان کی ان چاروں پہلوؤں سے حفاظت کرے اور اسے پروان چڑھائے۔

جسمانی پہلو :

جسمانی صحت سے ہم سب واقف ہیں۔ اسے برقرار رکھنے اور پروان چڑھانے کے لئے متوازن غذا' مناسب آرام اور باقاعدہ مشق لازم ہے۔ مشق میں ذہن سمیت تمام جسمانی اعضاء کی تربیت شامل ہے' کیونکہ کسی ایک عضو کے کمزور پڑنے سے پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ لوگوں کی اکثریت مشقیں کرنا غیر ضروری سمجھتی ہے' حالانکہ یہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا متوازن غذا اور مناسب آرام۔ آپ کسی کو لکڑیاں کاٹتے ہوئے دیکھتے ہیں' بے چارہ بڑی دیر سے جان مار رہا ہے مگر کام ختم نہیں ہو رہا' آپ اسے کہتے ہیں' بھئی تھوڑا رک کر کلہاڑا تیز کرلو' یہ کام جلد ختم ہو جائے گا مگر جواب ملتا ہے کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس سیر یا ورزش کے لئے وقت نہیں ہے ان لوگوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ جسمانی قوت اور توانائی حاصل کرنے کے لئے دل کا توانا اور صحت مند ہونا ضروری ہے۔ مگر دل کی ورزش ٹانگوں کی ورزش کے ذریعے ہوتی ہے مثلاً تیز چلنا' دوڑنا' تیراکی' جاگنگ وغیرہ۔ جسمانی صحت کے لئے دل کی کم سے کم دھڑکن ۱۰۰ فی منٹ تک لے جاکر اسے آدھے گھنٹے تک برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اگر آپ ورزش کے عادی نہیں ہیں تو آپ کا جسم اور جان آسانی سے اسے قبول نہیں کرے گا۔ لیکن جان لیجئے کہ ورزش کے بغیر چارۂ کار نہیں' لہٰذا ہر حال میں اس کی عادت ڈالئے۔

روحانی پہلو :

روحانی صحت کا تعلق انسان کے باطن' دل اور اس کی اقدار کے ساتھ ہے۔ یہ انسانی زندگی کا خالص نجی دائرہ ہے اور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہی وہ حصہ ہے جو انسان کو نیک و بد کی تمیز سکھاتا ہے اور ابدی سچائی کے ساتھ اس کا تعلق قائم کرتا ہے۔

کتاب الٰہی کے مطالعہ اور اس میں غور و فکر کرنے سے روحانی پہلو کو حقیقی جلا ملتی ہے'

تاہم بعض لوگ موسیقی جیسے مصنوعی آلات سے استفادہ کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ شہروں کے شور و غل سے دور کچھ دیر کے لئے کسی پر سکون جگہ پر چلے جایئے وقتی طور پر آپ تر و تازگی محسوس کریں گے۔ ایک مذہبی رہنما کا کہنا تھا کہ زندگی کی سب سے بڑی لڑائیاں ہر روز روح کے خاموش خانہ کے اندر لڑی جاتی ہیں۔ اگر آپ وہاں جیت جاتے ہیں' اگر دل کے اندر جاری کشمکش پر آپ قابو پالیتے ہیں تو گویا آپ امن میں آگئے۔

اپنی ذات کے تحفظ اور مفادات کی جنگ لڑنے کی بجائے آپ بے خوف و خطر بامقصد زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں۔

ذہنی پہلو :

ہماری بیشتر ذہنی ترقی اور مطالعہ سے دلچسپی روایتی تعلیم کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ جونہی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے ہمارا ذہن عموماً سکڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہماری توجہ ہمارے کام کے شعبہ پر مرتکز ہو جاتی ہے' لکھنا پڑھنا ہمارے معمولات سے خارج ہو جاتا ہے' فارغ اوقات ٹی وی کی نذر ہونے لگتے ہیں۔ ٹی وی کے بعض پروگرام واقعی مفید ہوتے ہیں لیکن جس طرح اکثر لوگ ٹی وی کے ساتھ چپٹے رہتے ہیں وہ ایک لحاظ سے خودکشی سے کم نہیں۔ ہمارے جسم کی طرح ٹی وی اگر خادم بن کر رہے تو کام کی چیز ہے لیکن آقا بن جائے تو عذاب۔ ذہن کی نشو و نما کے لئے تعلیم جاری رکھنا ازبس ضروری ہے۔ کبھی کبھار اگر کمرۂ جماعت میں بیٹھنا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ اچھی کتابوں کے مطالعے سے بہتر ذہنی تندرستی کا کوئی ذریعہ نہیں۔

جو شخص مطالعہ کا عادی نہیں اس میں اور ایک ان پڑھ شخص میں کوئی فرق نہیں۔

جذباتی پہلو :

جسمانی' روحانی اور ذہنی پہلو انسان کی انفرادی زندگی سے متعلق ہیں جبکہ جذباتی پہلو کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے۔ چنانچہ سماجی اور جذباتی پہلوؤں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اس پہلو سے ترقی کے لئے اس طور پر الگ سے کوئی وقت اور محنت معین کرنا ضروری نہیں جیسا کہ دیگر تین پہلوؤں کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے' بلکہ معمول کے انسانی روابط کے ذریعے اصلاح کا عمل جاری رکھا جاسکتا ہے۔ لیکن مشق کی بہرحال اس پہلو سے بھی اتنی ہی ضرورت ہوتی ہے جتنی دوسرے پہلوؤں سے۔ کیونکہ دوسرے لوگوں پر اثر انداز ہونے اور مقبولیت حاصل کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد چاہئے۔ آپ کے بہت قریبی اور اہم ساتھی' مثلاً آپ کے افسر' آپ کے ماتحت' دوست' پڑوسی' حتیٰ کہ بیوی بچے' ضروری نہیں کہ پوری طرح آپ کے ہم خیال ہوں لہٰذا ہر معاملے میں آپ کو ایک ایسے حل کی ضرورت ہوتی ہے' جو آپ اور آپ کے ساتھ کے لئے یکساں طور پر پسندیدہ اور قابل قبول ہو۔ اس کے لئے جو طریق کار ہونا چاہئے اس پر قبل ازیں گفتگو ہو چکی ہے۔ جب آپ اپنے ساتھی سے یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی معاملے میں ہم اپنے اپنے ذہن کے مطابق الگ الگ طریقے سے کام کر رہے ہیں لہٰذا کیوں نہ ہم ایک ایسا طریق کار اختیار کریں جو بہتر اور زیادہ موثر ہو تو شاید ہی کوئی شخص اس سے انکار کرے گا۔ اس کے بعد جیسا کہ اس بارے میں بیان ہو چکا ہے' آپ اپنے دل کے کانوں سے سن کر ساتھی کی بات کا جائزہ لیں اور ایک متفقہ لائحہ عمل طے کریں۔ ہم اکثر پہلے سے فرض کر لیتے ہیں کہ لوگ عام طور پر اچھے نہیں ہوتے۔ اس پر ایک دلچسپ واقعہ پیش خدمت ہے۔ انگلینڈ میں کمپیوٹر کی غلطی سے ایک سکول کے "ذہین" بچوں کی فہرست پر "کند ذہن" اور "کند ذہن" بچوں کی فہرست پر "ذہین" کا لیبل لگ کر آگیا اور اس کے مطابق اساتذہ نے انہیں اگلی کلاس میں پڑھانا شروع کر دیا۔ کوئی پانچ چھ ماہ بعد انتظامیہ کو اس غلطی کا احساس ہوا تو اس نے کسی کو غلطی کا بتائے بغیر بچوں کا دوبارہ ٹیسٹ لینے کا فیصلہ کیا اور جو نتیجہ سامنے آیا وہ حیران کن تھا۔ جو بچے اصل میں ذہین تھے ان کی ذہانت میں نمایاں طور پر کمی واقع ہو گئی تھی کیونکہ اس دوران ان کے ساتھ کند ذہن بچوں جیسا سلوک روا رکھا گیا تھا اور جو غلطی سے ذہین شمار کر لئے گئے تھے وہ اساتذہ کی ذاتی توجہ اور دلچسپی سے آگے آگئے تھے۔ جب اساتذہ سے دریافت کیا گیا کہ شروع میں انہیں کوئی خاص مسئلہ تو پیش نہیں آیا تھا۔ ان کا جواب تھا کہ مسئلہ پیش آیا تھا لیکن ہم نے اپنا طریق کار تبدیل کر لیا تھا۔

اذان میرے روحانی سفر کا آغاز تھی

جو شخص حق کو پا کر اسے گم کردے اس سے زیادہ بد قسمت کوئی نہیں

ایک کیتھولک عیسائی نوجوان کے قبول اسلام کی داستان

ترجمہ : سید عرفان علی

میرانام رینڈر بوانا ہے اور میں ایک کیتھولک عیسائی خاندان میں پیدا ہوا۔ میرے والد کے خاندان کے لوگ زیادہ تر پادری تھے جب کہ میری والدہ ایک نواب خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ میں اپنے گھر میں سب سے چھوٹا اور اولاد نرینہ تھا۔ بچپن ہی سے میرے ساتھ کھیلنے والا کوئی نہیں تھا۔ میری بہنیں مجھ سے کافی بڑی تھیں۔ اور ہر وقت اپنے اسکول کی پڑھائی میں مصروف رہتی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں اپنا زیادہ وقت اپنی آیا کے ساتھ گزارتا تھا یا پھر کھیلنے کیلئے گھر سے باہر چلا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میری زیادہ دوستیاں گھر سے باہر ہوئیں۔ میرے دوستوں میں اکثریت مسلمانوں کی تھی جو اتفاق سے بہت بڑی تعداد میں میرے گھر کے آس پاس آباد تھے۔ میرے گھر میں مسلمانوں سے نفرت کی جاتی تھی اور اسلامی کلچر کو سخت ناپسند کیا جاتا تھا۔ مقامی ٹیلی ویژن سے ہر جمعرات کو مسلمانوں کیلئے اسلامی پروگرام نشر ہوتا تو فوراً ٹیلی ویژن بند کردیا جاتا۔ میرے والدین نے مجھے ایک کیتھولک اسکول میں داخل کرایا جہاں میری دوسری بہنیں بھی پڑھتی رہی تھیں۔ تاہم ابتدائی عمر ہی سے میری دوستی عیسائی لڑکوں کے بجائے مسلمان لڑکوں سے زیادہ رہی۔

بچپن کی زندگی میں جو منفی عکس اپنے خاندان سے میں نے قبول کیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے ایک انتہائی شریر اور تنگ کرنے والا بچہ سمجھا جانے لگا۔ گھر میں ہونے والی ہر ٹوٹ پھوٹ اور خرابی کا ذمہ دار مجھے تصور کیا جاتا خواہ میں نے وہ کام کیا ہوتا یا نہ کیا ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں اپنا زیادہ وقت گھر سے باہر گزارنے لگا اور گھر کے ماحول سے مجھے نفرت ہونے لگی۔ گھر سے توجہ نہ ملنے کی بناء پر میرا تعلیمی ریکارڈ ماسوا انگریزی زبان زیادہ اچھا نہیں تھا۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے مذہبی عقائد یعنی عیسائیت کے بارے میں جو سوالات میرے ذہن میں پیدا ہونے شروع ہوئے ان کا جواب گھر میں کوئی بھی مجھے دینے کو تیار نہیں تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے سوالات کو کبھی سنجیدگی سے لیا ہی نہیں گیا اور میں مجبور ہو کر ان سوالوں کا جواب کتابوں میں تلاش کرنے لگا یا دوستوں سے ان موضوعات پر بحث کرنے لگا جو زیادہ مسلمان تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیت کے بارے میں منفی تاثر میرے ذہن میں جڑ پکڑتا چلا گیا۔ میرے مسلمان دوستوں کے پاس میرے ہر اعتراض کا جواب موجود تھا جو دل میں تیر کی طرح جا کر لگتا تھا لیکن عیسائیت کے بارے میں ان کا سوالوں کا میں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں عیسائیت اور اسلام دونوں میں مذاہب کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگا۔ اگرچہ عیسائی ہونے کے ناطے مجھے مسلمانوں سے دور ہو جانا چاہئے تھا لیکن میرے ان مسلمان دوستوں کا اخلاص اور محبت ایسی تھی کہ مقناطیس کی طرح مجھے اپنی طرف کھینچے رکھتی تھی۔ انہوں نے کبھی ایسی بات نہیں کی جس سے میرے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچتی اور نہ انہوں نے کبھی میرے مذہب کا مذاق اڑایا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نا صرف اپنا پیغمبر مانتے تھے بلکہ انتاہی احترام اور عزت دیتے تھے جتنی میں خود دیتا تھا۔

جب میرا کالج میں داخلہ ہوا تو اتفاق سے وہاں بھی مسلمان طلبہ کافی تعداد میں موجود تھے۔ آہستہ آہستہ میں ان کی مذہبی سرگرمیوں میں بھی شامل ہونے لگا۔ گھر سے دوری اور اپنے سگے رشتہ داروں کی بے اتفاقی بھی میرے لئے سخت جذباتی صدمہ کا سبب بنی ہوئی تھی اور میں غیروں میں محبت تلاش کرنے پر مجبور تھا۔ اس دوران سچ کی تلاش کا عمل بھی جاری تھا کہ میں ایک انتہائی عجیب و غریب روحانی تجربہ سے دوچار ہوا۔ ایک صبح، جس کی صحیح تاریخ مجھے یاد نہیں لیکن سال یقیناً ۱۹۹۳ء تھا، میں نیند سے اچانک بیدار ہوا اور اٹھ گیا۔ غیر ارادی طور پر میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ اپنا چہرہ ہاتھ اور پاؤں دھوئے اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ ٹھیک اسی وقت قریبی مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوئی۔ اگرچہ میں اذان کی یہ آواز روز ہی سنا کرتا تھا لیکن آج اذان کا ایک ایک لفظ میرے کان سے میرے جسم میں اتر کر رگ و پے میں حرکت کرتا محسوس ہو رہا تھا اور میرے جسم کا رواں رواں ایک عجیب جذبے سے سرشار ہو رہا تھا۔ سرشاری اور جذبات کی یہ کیفیت میرے لئے بالکل نئی تھی۔ میں اس سرشاری کو کبھی کوئی نام نہ دے سکا لیکن اس کی شدت کو، اس کے لمس کو میرا رواں رواں محسوس کر رہا تھا۔

اذان نہ جانے کس وقت ختم ہوئی، مجھے خبر نہ ہوئی لیکن یہ اذان سرشاری اور جذبات کی ایسی جوت میرے احساسات میں جگا گئی کہ میری زندگی کا رُخ بدل گیا۔ اگرچہ میں نے زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کیا لیکن اپنے ایمان اور یقین کو مزید پختہ کرنے کے لئے میں نے ایک مسلمان دوست سے رہنمائی حاصل کرنا شروع کی۔ اس نے مجھے پڑھنے کے لئے کئی کتابیں دیں اور بڑے تحمل سے میرے ہر سوال کا جواب دیا۔

میرے اس روحانی انقلاب میں سب سے بڑی رکاوٹ میری ماں بن رہی تھی۔ میرا اس سے ماں بیٹے کا جو نازک رشتہ تھا وہ بار بار ایک دیوار بن کر میرے اور اسلام کے درمیان آ جاتا تھا۔ ماں اور اسلام میں سے کسی ایک کا انتخاب میری زندگی کا مشکل ترین امتحان تھا۔ بار بار میرا ایمان ڈگمگانے لگتا تھا۔ درست فیصلے تک پہنچنے میں مجھے کئی ماہ کا عرصہ لگا۔ بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھے دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے گا۔

اور میں نے اسلام کی خاطر اپنی ماں سے قطع تعلق کر لیا۔ ۱۹۹۴ء کے شروع میں میں نے مسجد میں نماز مغرب کے بعد اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ یہ میری زندگی کا ایک انتہائی جذباتی اعلان تھا۔ میرے اساتذہ اور میرے ساتھی طلبہ مجھ سے چمٹ گئے اور اس طرح ٹوٹ کر محبت کا اظہار کرنے لگے کہ میں رو دیا۔

جب میں نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا تو ایک مرتبہ پھر میرے خاندان نے میری سخت مخالفت کی۔ اپنے خاندان کی نظر میں تو میں کافر ہو چکا تھا اور یہاں کوئی نہیں تھا جو میری شادی کی تجویز لے کر لڑکی والوں کے پاس جاتا۔ تاہم میرے مسلمان دوست پھر میرے کام آئے میری شادی بے حد سادگی اور خاموشی سے انجام پائی۔

جب میری ماں کا انتقال ہوا تو بد قسمتی سے میں اس دیکھنے کے لئے نہ جا سکا۔ مرتے دم تک اس کی خواہش یہ رہی کہ اس کا بیٹا کسی طرح پرانے عقیدے پر لوٹ آئے۔ میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ جو حق کو پالے اور پھر اسے گم کردے تو اس سے بڑھ کر بد قسمت کون ہو سکتا ہے؟

(بشکریہ : روزنامہ "امت" کراچی، ۶/ستمبر ۹۸ء)

کراچی ضلع شرقی ایک کے زیرِ اہتمام ایک روزہ پروگرام

20/ ستمبر کو کراچی ضلع شرقی ایک کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع کی تشہیر کے سلسلہ میں کراچی کی تنظیموں کا ایک روزہ پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز جناب اختر ندیم کے درس قرآن سے ہوا۔ ساڑھے نو بجے ناظم شرقی ایک جناب حنیف خان نے بقیہ پروگراموں کی تفصیل بتائی۔ دس بجے تمام رفقاء کو چھوٹے چھوٹے گروپس میں بانٹ کر لا تعلق رفقاء واحباب سے خصوصی ملاقات کے لئے بھیج دیا گیا جس میں انہیں شام کے پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ بعد نماز عصر شرقی ایک کے رفقاء شام کے دعوتی پروگراموں کی تیاری میں مصروف ہو گئے جبکہ بقیہ رفقاء کے ساتھ جناب اعجاز لطیف نے منہج انقلاب نبوی ﷺ پر مذاکرہ کیا۔ رفقاء کو دوبارہ مختلف گروپس میں تقسیم کر دیا گیا اور جن ۲ جگہوں پر جلسے منعقد ہونے تھے وہاں کے قرب وجوار میں گھروں پر جا کر احباب کو دعوت دی گئی اس محنت کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ بعد نماز مغرب جناب انجینئر نوید احمد نے گلشن اقبال بلاک ۳ کی مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے اور جناب جلال الدین اکبر نے سوسائٹی کے علاقے میں ایک وسیع جگہ پر خطابات کئے۔ نوید احمد صاحب کے خطاب کا موضوع "ہماری دینی وملی ذمہ داریاں" تھا۔

(رپورٹ : محمد ارشاد' کراچی)

اسرہ ڈسکہ کا ایک روزہ دعوتی پروگرام

25/ ستمبر جمعہ المبارک کو ناظم حلقہ گوجرانوالہ جناب شاہد اسلم کے حکم پر اسرہ ڈسکہ کے رفقاء نے ایک روزہ دعوتی پروگرام "جاکے چیمہ" منعقد کیا۔ پروفیسر محمد بشیر وڑائچ کے ہمراہ چار رکنی ٹیم "چاند گاڑی" پر دس بجے جاکے چیمہ پہنچی۔ تواضع کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول جاکے چیمہ کے ڈپٹی ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ سے ملاقات کی گئی۔ پروفیسر بشیر وڑائچ نے اساتذہ کرام کو بتایا کہ میں نے پوری زندگی بڑی صاف اور شفاف گزارنے کی کوشش کی اور کوئی ایسا کبیرہ گناہ نہیں کیا جس پر ضمیر ملامت کرے لیکن ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی تقاریر سننے کے بعد یہ احساس ہوا کہ میں نے زندگی ضائع کر دی کہ میں مقصد حیات کو تو سمجھا ہی نہیں۔ موصوف نے نویں اور دسویں کلاسوں کے طلباء سے خطاب کیا۔ انہیں اپنی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے سورہ الصف کی آیت کے حوالے سے حضور پاک ﷺ کے مقصد بعثت سے آگاہ کیا۔ طلبہ کی تعداد 250 سے زائد تھی۔ بعد ازاں رفقاء تنظیم نے نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد مسجد کے خطیب سے خصوصی ملاقات کرکے انہیں انتخابی سیاست کے بارے میں تنظیم اسلامی کے موقف سے آگاہ کیا۔ نماز عصر کے بعد مذکورہ مسجد میں پروفیسر محمد بشیر وڑائچ نے سورۃ الصف کے حوالے سے حضور ﷺ کے مقصد نبوت و رسالت پر روشنی ڈالی۔ مقرر نے قرآن کی حیثیت اور اُمت مسلمہ کے کردار پر روشنی ڈالی۔ مزید برآں دین کو بحیثیت نظام زندگی کے واضح کیا۔ شریک احباب نے رفقاء تنظیم کا شکریہ ادا کیا اور پروفیسر صاحب کو مستقل درس قرآن دینے کی دعوت دی۔ اس موقع پر مسجد کے خطیب مولانا طاہر صاحب بھی موجود تھے۔ (رپورٹ : محمد اقبال)

اُسرہ بی بیوڑ کا ایک روزہ پروگرام

۱۹/ ستمبر کو اُسرہ بی بیوڑ کے رفقاء کا چار رکنی قافلہ جس میں راقم' عالم زیب' روزی خان اور نیک محمد شامل تھے' شموزگار پہنچا۔ پروگرام ۱۹/ ستمبر کی نماز ظہر سے ۲۰ ستمبر کی نماز صبح تک جاری رہا۔ پروگرام کا آغاز راقم کے درس قرآن سے ہوا۔ بعد ازاں روزی خان نے مسجد کے آداب بیان کئے۔ ایک تربیتی مذاکرہ ہوا جس میں رفقاء نے اظہار خیال کیا۔ اس کے بعد دعوتی گشت لگایا گیا۔ نماز عصر کے بعد ممتاز بخت نے "پاکستان میں نظام خلافت کیا' کیوں' کیسے؟" کے موضوع پر خطاب کیا۔ نماز مغرب کے بعد عالم زیب نے "فرائض دینی کا جامع تصور" پر خطاب کیا۔ بعد نماز عشاء نیک محمد نے "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" پر خطاب کیا۔ راقم نے ۲۰ ستمبر کو نماز فجر کے بعد "فرائض دینی اور منہج انقلاب نبوی ﷺ" پر خطاب کیا۔ اس پروگرام میں تقریباً ۱۵۰ لوگوں تک تنظیم کی دعوت پہنچائی گئی۔

(رپورٹ : حسین احمد)

طاغوتی نظام کے باغیوں کا تربیتی اجتماع

ٹیکسلا' اٹک' حسن ابدال' ہری پور اور حطار چار اسروں پر مشتمل ایک تنظیمی یونٹ کی نگرانی راقم کی ذمہ داری ہے۔ ۲۷/ ستمبر بروز اتوار "طاغوتی نظام کے باغیوں کا تربیتی پروگرام" کے عنوان سے پروگرام ہوا۔ اس عنوان کے ذریعے رفقاء کو یہ احساس دلایا گیا کہ ہم اس ظالمانہ نظام کے باغی ہیں اور ہمیں باغیوں کی طرح ہی رہنا چاہئے نہ کہ وفاداروں کی طرح۔ دوسری طرف نئے آنے والے احباب پر بھی یہ واضح کیا گیا کہ ہم اس نظام کو تلپٹ کرنا چاہتے ہیں۔ تلاوت کے بعد نقیب اُسرہ کامرہ محمد اعجاز اور علی رضا نے منہج انقلاب کے تین مراحل بیان کئے' بعد ازاں دورۂ ترجمہ قرآن کا درس نمبر ۱۰۲ سنا گیا پھر باہمی تعارف ہوا۔ جناب عبدالعزیز نے دین و مذہب کے فرق پر روشنی ڈالی۔ راقم نے کہا کہ زندگی گزارنے کا جو طریقہ اللہ نے بتایا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے جس پر عمل کرکے نمونہ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے وہی بہترین ہے۔ اس کے علاوہ ہم کسی طریقہ کو نہیں مانتے۔ لہٰذا اس طریق پر بالفعل نظام قائم کرنے کی ہمیں بھرپور جدوجہد کرنی چاہئے۔ (رپورٹ : اختر صدیقی)

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے امیر کا دورۂ ڈسکہ

۲/ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے امیر شمس العارفین نقیب اُسرہ ڈسکہ کی خصوصی دعوت پر ڈسکہ پہنچے۔ بعد نماز عصر محترم شمس العارفین نے رفقاء تنظیم سے سورۂ یوسفؑ کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت یوسفؑ کی زندگی نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے کافی مشابہ ہے۔ آج کا مسلمان نوجوان جس شر کا شکار ہے اس میں حضرت یوسفؑ کو بھی پھنسانے کی کوشش کی گئی تھی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ نہ صرف ہم اس سے بچیں بلکہ لوگوں کی اصلاح کے لئے بھی دعوت کا کام کریں۔ شمس العارفین نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی سنا کر رفقاء کو انؓ کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دی۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد شمس العارفین نے سورۂ نور کی آیت "استخلاف" کے حوالے سے خلافت کا پیغام سنایا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ نظام خلافت کو برپا کرنے کے لئے کوشش کرے۔ (رپورٹ : محمد اقبال)

لاہور جنوبی کا ماہانہ تنظیمی پروگرام

۶ ستمبر ۹۸ء کو تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کا ماہانہ تربیتی پروگرام جناب قمر سعید قریشی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز گلریز اشرف قریشی کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے کہا کہ حزب شیطان خسارے میں رہنے والا گروہ ہے اللہ اور اس کے رسولؐ ہی غالب رہیں گے۔ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے حزب شیطان سے محبت نہیں کرتے۔ ماہ اگست کی ماہانہ رپورٹ محمد عباس ناظم تنظیم نے پیش کی۔ دوران ماہ اہم پروگراموں میں سے خواتین کے درس قرآن کی محفل رحمان صاحب کی رہائش گاہ پر منعقد ہوئی۔ امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی اہلیہ اور مسز فیاض حکیم نے خطاب کیا۔ ۲۰۰ خواتین نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ صدر مجلس جناب قمر سعید قریشی نے اپنے صدارتی کلمات میں کہا کہ لاہور جنوبی کی سرگرمیاں پہلے سے بہتر ہوئی ہیں۔ ہمارا اصل کام تنظیمی و دعوتی فریضے کی ادائیگی ہے۔ مثالی اسلامی کارکن بننے کے لئے طرز معاشرت میں تبدیلی ضروری ہے۔ نظم جماعت کے موضوع پر درس حدیث محمد اکرم خان نے دیا۔ (رپورٹ : ابوالمہتاب چوہدری)

مالاکنڈ ڈویژن میں دعوتی سرگرمیاں

۱/۴ اکتوبر کو ناظم حلقہ مالاکنڈ ڈویژن مولانا غلام اللہ حقانی تحریک نفاذ شریعت کے امیر صوفی محمد کی خصوصی دعوت پر ان کے جلسے میں شریک ہوئے۔ یہ جلسہ ۱/۴ اکتوبر کو بٹ خیلہ کے ظفر پارک میں منعقد ہوا۔ جلسہ میں ایک اندازے

کے مطابق ۳۰ ہزار افراد شریک ہوئے۔ جلسے کا مقصد وزیراعظم نواز شریف کے نفاذ شریعت کے اعلان کی تائید کرنا تھا۔ مولانا صاحب نے نظام خلافت کی برکات اور اس کے قیام پر مفصل خطاب کیا۔ مولانا نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ منظم ہو کر ایک امیر کی اطاعت میں التزام جماعت کریں۔ انہوں نے صوفی محمد صاحب سے کہا کہ غیر منظم افراد کی بجائے منظم جماعت کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔ لہٰذا ایسی جماعت کے قیام پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے۔ حقانی صاحب نے مالاکنڈ ڈویژن کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام کے احیاء میں اس خطے کا ایک خاص کردار ہوگا۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے مولانا کے خطاب کو سراہا۔

☆ ☆ ☆

۳۰/ستمبر کو بعد نماز عشاء جامعہ العلوم الشرعیہ و رسک کے مہتمم سید بادشاہ زادہ صاحب کی دعوت پر مولانا غلام اللہ حقانی مدرسہ پہنچے۔ انہوں نے سورۃ العصر پر درس دیا۔ موصوف نے شریک جلسہ علماء کرام سے استدعا کی کہ وہ قرآن کے تقاضوں کے موافق انقلابی موضوعات سے عوام کو روشناس کرائیں۔ آج کے جدید دور میں تعلیم یافتہ طبقہ یورپ کے زیر اثر ایک نئے فکر کا شکار ہو چکا ہے۔ اگر علماء کرام اس فکر جدید کا از خود مطالعہ کر کے اس کے مقابلے میں قرآن حکیم کا جدید تقاضوں سے ہم آہنگ فکر امت مسلمہ کو نہ دے سکے تو اس سے علماء کرام بھی بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ مہتمم صاحب نے مولانا حقانی کا شکریہ ادا کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ گاہے بگاہے طلباء کی رہنمائی کے لئے مدرسہ تشریف لایا کریں۔ (مرتب: حسین احمد)

خویشگی میں ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا درس بذریعہ وڈیو کیسٹ

۱۷/ستمبر کو اُسرہ خویشگی کے رفقاء کے باہمی مشورہ کے بعد امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے دروس اور مختلف موضوعات پر مشتمل وڈیو کیسٹس لوگوں کو دکھانے کا فیصلہ ہوا۔ اس سلسلے کا پہلا پروگرام ۲۴/ستمبر کو نقیب اسرہ ساوید احمد کے محلے اباخیل کے حجرہ سعد الملوک خان میں منعقد ہوا۔ جہاد اور اس کے مراحل نامی کیسٹ کا پہلا حصہ بعد نماز عشاء دکھایا گیا۔ جس میں ۲۵/ احباب نے شرکت کی۔ محلے کے امام مسجد صاحب نے بھی خصوصی طور پر پروگرام میں شرکت کی۔ (رپورٹ: خضر حیات)

دعائے مغفرت

رفیق تنظیم اور ہمارے معاون کار حافظ خالد محمود خضر کے بہنوئی محمد اصغر گزشتہ ہفتے قدرے طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ اس دعا میں شریک ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر انہیں اپنے دار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین (ادارہ)

تنظیم اسلامی کراچی کے رفقاء کا ماہانہ تربیتی پروگرام

جب سے سالانہ اجتماع کے کراچی میں انعقاد کا فیصلہ ہوا ہے۔ حلقہ سندھ و بلوچستان کے تمام اجتماعات کا مرکز و محور سالانہ اجتماع بن چکا ہے۔ گزشتہ دو ماہ سے یک روزہ پروگرام گلشن اقبال کے علاقے میں ہو رہے ہیں جہاں سالانہ اجتماع منعقد ہوگا۔ امیر محترم کے گزشتہ دورۂ کراچی کے دوران ایک جلسہ عام بھی گلشن اقبال میں ہی ہوا۔ ان تمام پروگراموں کا ہدف عوام میں سالانہ اجتماع کا پروجیکشن رہا ہے۔ ماہانہ تربیتی پروگرام میں مصارف رفقاء و احباب میں اس اجتماع کے لئے تفریغ اوقات اور انفاق کا جذبہ ابھارنا تھا۔ ۴/اکتوبر کو قرآن اکیڈمی کراچی میں اس پروگرام کے مدرس انجینئر نوید احمد تھے۔ انہوں نے حصول مقصد کے لئے اقامت دین کی جدوجہد کے مشن کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ غلبۂ دین کی جدوجہد انبیاء و رسلؑ کا کام لے رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیاں اسی کام کے لئے وقف کئے رکھیں۔ جب کبھی دین پر برا وقت آیا، مجددین امت نے اس کی حفاظت کا فریضہ ادا کیا ہے۔ ان تمام حوالوں سے اقامت دین کی جدوجہد کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان عظیم ہوا ہے کہ اس نے ہمیں نہ صرف اقامت دین کی جدوجہد کا شعور بخشا بلکہ تنظیم اسلامی سے وابستہ ہو کر اس جدوجہد میں عملاً حصہ لینے کا شرف بخشا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کام کے لئے چن لیا۔ تنظیم اسلامی کی منفرد خصوصیات گنواتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس کا طریقۂ کار نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے انقلابی پہلو سے اخذ کردہ ہے، جس میں تمدنی ارتقاء کے پیش نظر اسلامی انقلاب کے آخری مرحلے کے متبادل کے طور پر غیر مسلح تصادم کے تصور کو واضح کیا گیا ہے۔ مزید برآں، تنظیم اسلامی کی اساس بیعت کے نظام پر رکھی گئی ہے جس کی رہنمائی ہمیں سیرت سرور عالمؐ میں بھی ملتی ہے، آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی، سلف صالحین رحمہم اللہ کی روایات بھی ملتی ہیں اور موجودہ صدی کی اسلامی احیائی تحریکوں سے بھی۔ اس کے علاوہ ہمیں ایک ایسی انقلابی شخصیت کی قیادت میسر ہے۔ جس کی زندگی کھلی کتاب کی مانند ہے۔ جس کا دامن ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک ہے خواہ وہ مالی منفعت کے ضمن میں ہو یا حب جاہ کا معاملہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ان سب احسانات کا تقاضا ہے کہ ہم اپنا تن من دھن اس جدوجہد کے لئے وقف کر دیں۔ کراچی میں تنظیم کے سالانہ انعقاد نے ہمیں ایک سنہری موقع فراہم کیا ہے کہ ہم اس کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں، اپنے اوقات کا بیشتر حصہ اس کے لئے وقف کر دیں اور زیادہ سے زیادہ مال خرچ کر کے انفاق فی سبیل اللہ کا حق ادا کریں۔ انجینئر نوید احمد نے اعلان کیا کہ اب تنظیم کا ہر رفیق تفریغ اوقات اور انفاق مال کی تفصیلات لکھوائے۔

بعد ازاں اعجاز لطیف صاحب نے سیرت صحابہؓ کے حوالے سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حالات زندگی خصوصاً انفاق فی سبیل اللہ کے ضمن میں ان کے کردار کو واضح کیا۔ ہمیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ صاحب ثروت صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف انفاق مال پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ نبی اکرم ﷺ کے دوش بدوش اسلامی انقلاب کے ہر مرحلہ پر ان کا ساتھ دیا۔

جلال الدین اکبر نے ایک بہت عمدہ مثال پیش کی اور کہا کہ فرض کیجئے کہ آپ دو سعادت مند بیٹوں کے باپ ہیں، آپ ان سے پانی لانے کے لئے کہتے ہیں دونوں پانی لاتے ہیں، ممکن ہے کہ آپ پانی کے ایک گلاس کو قبول کر لیں دوسرے کو نظر انداز کر دیں تو دوسرا بچہ مایوس ہوگا اس لئے کہ آپ کا یہ طرز عمل اس کے مسابقانہ جذبے کو مجروح کرے گا۔ ممکن ہے وہ پہلے بچے سے لڑنے بھی لگے لیکن یہ فطری جذبہ مسابقت کی بناء پر ہوگا۔ اسی قسم کا جذبۂ مسابقت سالانہ اجتماع کے موقع پر ہمارے رفقاء کو بھی پیش کرنا چاہئے۔

آخر میں امیر حلقہ محمد نسیم الدین صاحب کا رفقاء کے لئے پیغام پڑھ کر سنایا گیا (واضح رہے کہ موصوف ان دنوں ہارٹ کے بائی پاس آپریشن کے بعد صاحب فراش ہیں)۔ انہوں نے اپنے پیغام میں کہا کہ سالانہ اجتماع کی تیاریوں کے اس موقع پر ان کی شدید خواہش تھی کہ وہ رفقاء کے قدم بقدم ہوتے لیکن اپنی علالت کی بنا پر اس فریضے کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ بستر علالت پر دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے رفقاء کو اس پروگرام کے حوالے سے سرفراز فرمائے اور ساتھ ہی ان کی دعاؤں کے محتاج بھی ہیں تاکہ وہ سالانہ اجتماع تک صحت یاب ہو سکیں۔ انہوں نے کہا کہ رفقاء کو بڑھ چڑھ کر اس اجتماع کے انعقاد کی تیاریوں میں حصہ لینا چاہئے اور مالی انفاق کے ساتھ ساتھ تفریغ اوقات کا بھی بھرپور مظاہرہ کرنا چاہئے۔

(رپورٹ: محمد سمیع)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۷، شمارہ ۴۰
سالانہ زرتعاون -/۱۷۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

قومی اسمبلی کے منظور کردہ شریعت بل کا مکمل متن

(بروز جمعۃ المبارک، ۹/ اکتوبر ۹۸ء)

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے پاکستان کی ریاست کو اس کے جمہور کے توسط سے ان کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق دیا ہے وہ ایک مقدس امانت ہے اور چونکہ قرارداد مقاصد کو دستور کا اساسی حصہ بنا دیا گیا ہے اور چونکہ اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہے اور ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنائے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلام کے بنیادی اصولوں اور نظریات کے مطابق جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے ترتیب دے سکیں اور چونکہ اسلام سماجی نظام کے قیام کا حکم دیتا ہے جو اسلامی اقدار پر مبنی ہو یا تعین کرتے ہوئے کیا صحیح ہے اور اسے روکنا جو غلط ہے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) اور چونکہ مذکورہ بالا مقصد اور ہدف کو پورا کرنے کی غرض سے یہ قرین مصلحت ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں مزید ترمیم کی جائے، لہٰذا اب بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ، یہ ایکٹ دستور (پندرھویں ترمیم) ایکٹ ۱۹۹۸ء کے نام سے موسوم ہوگا، یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا، دستور میں نئے آرٹیکل ۲ ب کا اضافہ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں، جس کا حوالہ بعد ازیں دستور کے طور پر کر دیا گیا ہے۔ آرٹیکل دو الف کے بعد حسب ذیل نیا آرٹیکل شامل کر دیا جائے گا یعنی (۲ ب) قرآن و سنت کی برتری، قرآن پاک اور پیغمبر پاکؐ کی سنت پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہوگا۔ تشریح کسی مسلمان فرقے کے پرسنل لاء پر اس شق کے اطلاق قرآن اور سنت کی عبارت کا مفہوم وہی ہوگا جو اس فرقے کی طرف سے توضیح شدہ قرآن اور سنت کا ہے۔ وفاقی حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ شریعت کے نفاذ کے لئے اقدام کرے، صلوٰۃ قائم کرے، زکوٰۃ کا اہتمام کرے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر (یہ تعین کرنا کہ کیا صحیح ہے اور اسے روکنا جو غلط ہے) کو فروغ دے کر ہر سطح پر بدعنوانی کا خاتمہ کرے اور اسلام کے اصولوں کی مطابقت میں جیسا کہ قرآن و سنت میں موجود ہے حقیقی سماجی معاشی انصاف فراہم کرے۔ وفاقی حکومت شقات ایک اور دو میں دیئے گئے احکام کے نفاذ کے لئے ہدایات جاری کر سکے گی اور مذکورہ ہدایات پر عمل پیرا نہ ہونے پر کسی بھی سرکاری عہدیدار کے خلاف ضروری کارروائی کر سکے گی۔ اس آرٹیکل میں شامل کوئی امر شخصی قانون، مذہبی آزادی، غیر مسلموں کی روایات یا رسم و رواج اور بطور شہریوں کے ان کی حیثیت کو متاثر نہیں کرے گا۔ اس آرٹیکل کے احکام دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، کسی قانون یا عدالت کے کسی فیصلے پر موثر ہوں گے۔ دستور کے آرٹیکل ۲۳۹ کی ترمیم، دستور میں آرٹیکل ۲۳۹ میں شق تین کے بعد، حسب ذیل نئی شقیں شامل کر دی جائیں گی یعنی (تین الف) شق، (ایک) تا (دو) میں شامل کے امتناعی احکام کی تعمیل کے لئے قانون وضع کرنے کی غرض سے دستور میں ترمیم کرنے کا بل دونوں ایوانوں میں پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ اس ایوان کے ارکان کی کثرت آراء سے منظور ہو جاتا ہے جس میں وہ پیش کیا گیا تھا تو وہ دوسرے ایوان میں منتقل کر دیا جائے گا اور اگر بل بغیر ترمیم کے دوسرے ایوان کے ارکان کی کثرت آراء سے بھی منظور ہو جاتا ہے تو اسے منظوری کے لئے صدر کے سامنے پیش کر دیا جائے گا (۳ب) اگر شق (۳ الف) کے تحت کسی ایوان کو منتقل کیا گیا بل مسترد ہو جانے یا اپنی وصولی کے نوے دن کے اندر منظور نہ ہو یا ترمیم کے ساتھ منظور ہو تو اس پر مشترکہ اجلاس میں غور کیا جائے گا (۳ج) اگر بل ترمیم کے ساتھ یا بغیر ترمیم کے مشترکہ اجلاس میں ارکان کی کثرت آراء سے منظور ہو جاتا ہے تو وہ منظوری کے لئے صدر کو پیش کیا جائے گا (۳د) صدر، شق (۳ الف) یا شق (۳ ج) کے تحت پیش کردہ بل پیش کرنے کے سات دن کے اندر منظوری دے گا۔ بیان، اغراض و وجوہ۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ قرارداد مقاصد اب دستور کا مستقل حصہ ہے یہ ضروری ہے کہ قرآن اور سنت کو پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون قرار دیا جائے اور حکومت کو شریعت نافذ کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرنے کا اختیار ہو۔ آرٹیکل ۲۳۹ کے تحت دستور میں ترمیم کرنے کا بل ہر ایک ایوان کو دو تہائی اکثریت سے، لیکن جداگانہ طور پر منظور ہو جاتا ہے، نفاذ شریعت کو باسہولت بنانے کے لئے یہ غور کیا گیا ہے کہ یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ شریعت سے متعلقہ کسی امر کے نفاذ میں کسی رکاوٹ کو دور کرنے اور اسلام کے امتناعی احکام پر عمل درآمد کے لئے قانون وضع کرنے کا بل پارلیمنٹ میں اسی طرح سے منظور کیا جائے، جیسے کوئی بھی قانون منظور ہو جاتا ہے، اس بل کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد حاصل کرنے کے لئے دستور میں ترمیم کرنا ہے۔